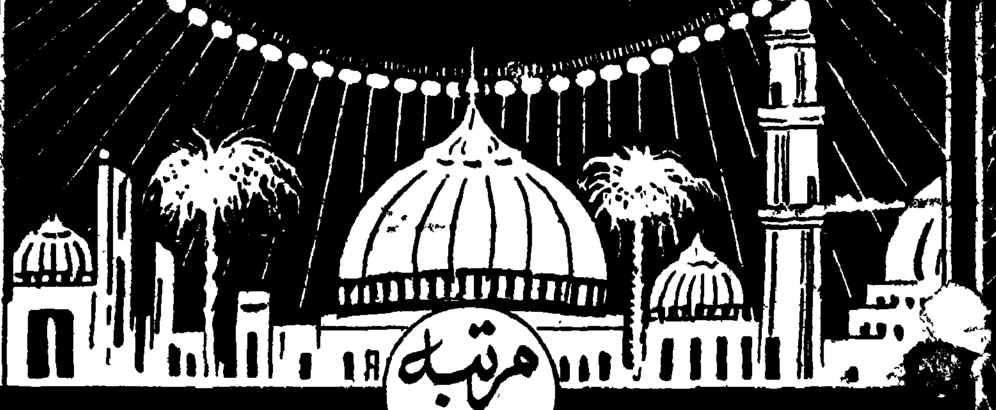
رسالہ

جامِ شفا دہلی



مرتبہ

حکیم محمد ایوب اجمیری لمبی گلی پھاٹک حبش خان دہلی

قیمت فی پرچہ دو آنے

ہر ماہ انگریزی کی ۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ایک روپیہ

Printed at Chandra Gupta Press, Delhi : Printer & Publisher : H. Mohd Ayub Aj



فہرست مضامین

ایڈیٹر انچیف - ایم مصطفیٰ حسن فاضل دہلوی　　　مینیجر عقیل احمد دہلوی

قواعد وضوابط

(۱) رسالہ جام شفا ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرماویں ورنہ عدم جواب کی شکایت معاف۔

(۳) سیاسی اور مذہبی معاملات سے اس رسالہ کو کچھ تعلق نہ ہوگا۔

(۴) نامہ نگار حضرات کے مضامین جو جام شفا کے معیار کے مطابق ہوں گے بخوشی درج کئے جاویں گے۔

(۵) جو مضامین درج نہ ہوں اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر کو اختیار ہے۔

(۶) جواب طلب امور کے لئے ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا ضروری ہے۔

(۷) ترسیل زر و مضامین بنام ایڈیٹر ہونی چاہیئے۔

(۸) ہر قسم کے مہذب اشتہارات جام شفا میں درج کئے جاویں گے۔

(۹) اجرت پیشگی وصول ہونے پر اشتہار درج رسالہ کیا جاویگا۔

(۱۰) مضامین پندرہ تاریخ تک دفتر میں آجانے چاہئیں ورنہ دوسری اشاعت میں درج کئے جاویں گے۔

(۱۱) منی آڈر کرتے وقت کوپن پر پورا پتہ اور صاف تحریر فرماویں۔

(۱۲) چندہ سالانہ عہ ششماہی ۹ر فی پرچہ ۲ر

نرخ نامہ اشتہارات

پیمانہ	ایک مرتبہ	تین بار	چھ بار	یکسال
ایک صفحہ	۱۲/-/-	۳۴/-/-	۶۶/-/-	۱۳۰/-/-
½ صفحہ	۶/-/-	۱۷/۸/-	۳۳/۸/-	۶۶/-/-
¼ صفحہ	۳/۸/-	۹/-/-	۱۷/-/-	۳۴/-/-
⅛ صفحہ	۲/-/-	۵/-/-	۹/-/-	۱۷/-/-

جس صاحبان کی خدمت میں رسالہ پہنچ رہا ہے دسمبر کا رسالہ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا ورنہ چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر ممنون فرماوے یا اپنے ارادہ سے آگاہ کریں۔ مینیجر

طب یونانی کی حیرت انگیز ایجاد

قوت باہ کیلئے عدیم النظیر دوا ہے — جسمانی طاقت کیلئے اکسیر ہے

روحِ شباب نمبر ۲

روح شباب وہ عدیم النظیر دوا ہے جس کا اثر آپ کی پشتوں تک رہے گا۔

نامردوں کو۔ مرد۔ بڈھوں کو جوان اور جوانوں کو شیر نر بہادر جوانمرد بنانا اس کا کام ہے۔ راجوں مہاراجوں نوابوں اور رئیسوں کے لئے لامحدود گنجینہ طاقت بخشنے والی روح شباب ہے۔ حالت پیری میں شباب کے مزے حاصل کرنے کی خواہش ہے تو روح شباب استعمال کیجئے۔ اس کے استعمال سے جو اوصاف ایک مرد کی شان کے شایان ہیں آپ میں پیدا ہو جاویں گے۔ روح شباب قوت مردانہ میں بے نظیر ہے دافع جریان وسرعت و احتلام ہے۔ مقوی باہ ہے۔ حافظہ کو ترقی بخشتی ہے خون صالح پیدا کرتی ہے غذا ہضم کرتی ہے اور جو لوگ جوانی کے نشے میں مخمور ہو کر اپنے جوہر شباب کو زائل کر چکے ہیں اور بوجہ اپنی غلط کاریوں کے جوانی کے مزے سے محروم ہو کر کف افسوس مل رہے ہیں ان کو روح شباب پیغام شباب دینے والی ہے۔ روح شباب مادہ تولید کو اس قدر زیادہ کرتی ہے کہ تحمل طاقت سے باہر ہو جاتا ہے قیمت مکمل ڈبہ پوری خوراک سات روپیہ للعہ

طلائے برقی

مایوس العلاج یا وہ اشخاص جنہوں نے بوجہ غلط کاریوں کے اپنے پودہ حیات کو بیکار کر دیا ہے ان کے لئے یہ طلا برق اسم بامسمیٰ ہے اور برق ہی اثر دکھاتا ہے خود کردہ غلط کاری یا ضعیفی سے ہو جانیوالی شکایتوں کو دور کرکے اصلی حالت پر لے آنے میں بجلی کی طرح فوراً اثر پہنچاتا ہے قیمتی اجزا سے تیار کیا گیا ہے

قیمت فی شیشی للعہ روپیہ

پرچہ ترکیب ہمراہ شیشی روانہ ہوگا۔

سفوف جمال

یہ سفوف جریان اور سرعت کے لئے بے عدیل ہے۔ عورتوں کے سیلان کے لئے مفید ہے محافظ جنین ہے عورتوں کو دوران حمل میں حمل کی تکلیفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ کثرت ماہواری باقاعدہ روکتا ہے اختلاج قلب کو نافع ہے۔ کمزوری دماغ کے لئے بے نظیر چیز ہے رنگت نکھارتا ہے۔

۳ ماشہ سفوف ہمراہ شیر گاؤ پاؤ سیر گرم کے استعمال کریں

قیمت فی بکس سے تین روپیہ

سفوف مسرت

ہندوستان میں اس سے بہتر مفید دوا یونانی و ڈاکٹری میں سوزاک کے لئے ہونا مشکل ہے یہ سوزاک کے لئے خواہ نیا ہو یا پرانا جڑ سے اکھاڑ پھینکدیتی ہے ۲۱ روز کے استعمال سے یہ مرض کافور ہو جاتا ہے۔ قیمت فی بکس ہے۔

عقیل دواخانہ۔ لمبی گلی۔ پھاٹک حبش خاں دہلی

چندہ سالانہ عہ/

غیر ممالک برما وغیرہ سے ۴/

روسا عظام سے ۵/

جام شفا دہلی

ہر انگریزی پانچ تاریخ کو

وقت مقررہ دار السلطنت دہلی

سے شائع ہوتا ہے۔

جلد ۱ | بابت ماہ نومبر ۱۹۳۷ء | شمارہ ۴

مکاشفات

موجودات کی کوئی چیز ایک حالت پر قائم نہیں رہ سکتی ہر اختصار ایکدن طوالت اور ہر طولانی ایک دن مختصر ہوکر رہتی ہے دانہ درخت ہوتا ہے۔ غنچہ پھول بن جاتا ہے ذرے آفتاب بنتے ہیں اور قطرہ دریا ہوجاتا ہے۔

ممکنات و ترقیات کے اس دور ارتفاع وعروج میں کس طرح ممکن تھا کہ "جام شفا" اپنی ابتدائی حالتوں سے ترقی نہ کرتا اس نے بھی ترقی کی اور آج ایک بڑی ہوئی لذت سرور کی طرح سماعت و بصارت پر اس کی رنگین و نازک تجلیاں مستولی ہیں۔

تدریجی ترقی کا ثبوت ملک میں "جام شفا" سے زیادہ کوئی دوسرا صحیفہ شاید ہی دے سکا ہو اور آئندہ انشاء اللہ ترقی کرتا ہی جاوے گا۔

ناظرین کرام کی خدمت میں "جام شفا" کا چوتھا نمبر حاضر خدمت ہورہا ہے اس دوران میں ناظرین کرام اور معاونین عظام نے "جام شفا" کو بہ نظر امعان مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ "جام شفا" نے اس قلیل عرصے میں اور قلیل سالانہ چندے کے ساتھ دلچسپ مضامین۔ نظم و نثر اور مضامین طبی و مجربات کے اعتبار سے جو عظیم الشان اور رفیع المنزلت معیار ملک کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ "جام شفا" کی قابل رشک کامیابی محض خداوند تعالےٰ کے فضل وکرم اور قدردان "جام شفا" کی اعانت کا نتیجہ ہے۔

"جام شفا" کے گذشتہ نمبروں کے مضامین بھی آپ نے بغور پڑھے ہوں گے اس نمبر کے مضامین بھی آپ کے پیش نظر ہیں ان کی خود تعریف کرنا گویا اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے۔ اس وجہ سے ان کی تعریف میں ہم خود ایک لفظ بھی کہنا مناسب نہیں سمجھتے ہاں ان حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اپنے بے بہا مضامین دیکر جام شفا کی رونق کو دوبالا کیا۔ آپ خود ہی ان کے متعلق رائے قائم کرسکتے ہیں۔ اور وہی رائے وقیع ہوگی جو آپ قائم کریں گے۔ البتہ ہم یہ عرض کردینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس چار ماہ کے عرصہ میں "جام شفا" کے صفحات کو بہترین

مضامین سے مزین کرنے میں اپنی کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور آئندہ بھی انتہائی مساعی اس کو بہتر سے بہتر بنانے میں صرف ہونگی۔

ہم یہ دعوی نہیں کرتے کہ "جام شفا" تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہے یا آئندہ ہر اعتبار سے بالکل مکمل ہوگا۔

ناظرین کرام کو ہم یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ہمارے امکان میں جو کچھ بھی ہوگا ہم اس میں دریغ نہ کریں گے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی ہم ناظرین کرام پر واضح کردینا چاہتے ہیں کہ کسی رسالہ یا اخبار کو عروس کامیابی سے ہمکنار کرنا صرف ایڈیٹر اور اس کے عملے کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس میں زیادہ حصہ اس کے ہمدردوں اور اس کے معاونین کا ہوتا ہے۔ ہم ہر اصلاح اور ہر ترمیم کے لئے ہر وقت تیار ہیں پرچے کی ترقیات کے لئے جو تجاویز ہمارے ذہن میں ہیں رفتہ رفتہ اُن سب کو جامۂ عمل پہنایا جاویگا۔

مگر معاونین سے ہماری گذارش یہ ہے کہ پرچہ کی اصلاح و ترقی کے سلسلہ میں یہ امر ضروری ہے کہ معمولی سے معمولی بات بھی جو آپ کے ذہن میں آئے اس سے ہم کو ضرور مطلع فرمایئے اور یہ خیال نہ کیجئے کہ ان کی تحریر چھوٹی ہو یا بڑی ایک عدیم الفرصت شخص کے لئے بارگراں ثابت ہوگی یا جس توجہ کی وہ مستحق ہے وہ توجہ اس پر نہ کی جائے گی۔

ہم بار دگر "جام شفا" کے ان تمام معاونین کرام کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے خود "جام شفا" کی عزت افزائی فرمائی اور اپنے حلقۂ احباب میں بھی "جام شفا" کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش فرمائی۔

جن حضرات کی خدمت میں رسالہ "جام شفا" بطور نمونہ حاضر ہو رہا ہے ان سے خصوصیت سے عرض ہے کہ اگر وہ "جام شفا" کا وجود ملک اور قوم کے لئے مفید خیال کرتے ہیں اور اسکی سرپرستی قبول فرمانا چاہتے ہیں تو سالانہ چندہ بذریعہ منی آڈر فوراً روانہ فرماویں ورنہ عدم خریداری یا خریداری سے بذریعہ خط ہم کو مطلع کردیں ورنہ آئندہ پرچہ بذریعہ وی پی روانہ کیا جاویگا۔ جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔

(ایڈیٹر)

نبات اُردو ـــــ

رباعیات

میخانہ عرفان

(از مصور درد مولانا مولوی حافظ محمد حسن صاحب اختر نعمانی نقشبندی دہلوی)

مفتی نے شریعت کی نظر سے دیکھا صوفی نے طریقت کی نظر سے دیکھا
دیکھا تجھے اک اک نے بحسبِ احساس ہم نے بھی محبت کی نظر سے دیکھا

دیگر

خمیازہ کشِ نرگسِ بیمار رہوں ساقی اسی پیمانہ سے سرشار رہوں
ہو جائے میرے حال پہ اب اتنا کرم دیوانہ بھی ہو جاؤں تو ہوشیار رہوں

دیگر

دنیا سے الگ سرِ الٰہی نکلا دیکھا جسے میں نے وہ خدا ہی نکلا
[illegible] کے جلوؤں کی کوئی حد نہ رہی اک سلسلۂ لامتناہی نکلا

دیگر

[illegible] گم ہو جائے ہر موج نفَس جنبش قُم ہو جائے
[illegible] شیشہ سے لگے آنکھ تو خُم ہو جائے

لطفِ زندگی

ہزار نعمت و اقبال و دولتِ دنیا

انسان کو لطفِ زندگی اور سکونِ قلبی اُسی وقت میسر آسکتا ہے جبکہ اُس کی تندرستی اور صحتِ جسمانی صحیح معیار پر قائم ہو کسی پیر صد سالہ مریض سے اُس کے ضعفِ پیری اور قوائے جوانی کا لطف پوچھا جائے تو اسی کی تعریف کریگا دنیا میں صحتِ جسمانی اور تندرستی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں جس شخص کی تندرستی اور صحت اگر درست نہ ہو وہ زندگی موت سے بدرجہا بدتر ہے۔ دنیا و عقبیٰ کے جملہ کاموں کی تکمیل صحت جسمانی پر موقوف ہے۔

اگر انسان کا تمام جسم تندرست ہو اور جملہ اعضا بھی قوی ہوں لیکن اگر کسی ادنیٰ عضو میں کوئی تکلیف پیدا ہوجائے تو تمام جسم اور اعضا تکلیف محسوس کریں گے۔ اور لطفِ زندگی بدمزہ ہوجائیگا۔ حضرت شیخ سعدی لکھتے ہیں۔ ؎

چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

خداوند عالم نے انسان کو آسائش زندگی و حصول تندرستی و دفعیہ جملہ امراض کے ذرائع و اسباب ہر ملک اور ہر موسم میں بلا کسی خصوصیت کے مہیا کر دیئے ہیں۔ لیکن اُن کا صحیح استعمال اور حصول منفعت انسان کے اختیار میں ہے اُس کی عطا کردہ نعمتوں کو کام میں نہ لانا اور ان سے فائدہ حاصل نہ کرنا اور یہ سمجھ لینا جو نوشتہ قسمت اور منظور خدا ہوگا ظہور میں آجاویگا۔ ہمیں سعی اور کوشش کرنے کی ضرورت

فدائے یکدم آرام و تندرستیہا

نہیں ہے۔ ایسا سمجھنا کفرانِ نعمت نہیں تو اور کیا ہے۔ خداوند کریم کو اگر بلا جنبش دست و پا بغیر تدابیر و مساعی کاروبار دنیوی حاجات دنیوی و حصول معاشرت و آسائش زندگی و صحت جسمانی منظور ہوتی تو ہر چیز کے اسباب پیدا نہ کئے جاتے خداوند کریم نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر شے کے حصول کے لئے ذرائع اور اسباب پیدا کئے ہیں۔ کیا کوئی شخص ایسا ہے جو بتا سکے کہ بلا احتیاج خورد و نوش و بغیر اخراج بول و براز و نوم و بیداری وغیرہ زندہ رہ سکتا ہے۔ یا کوئی شخص ایسا ہے کہ جس کو تمام عمر کوئی مرض لاحق نہ ہوا ہو۔ جب کوئی ایسا نہیں ہوا اور نہ اب ہے۔ اور تندرستی اور بیماری انسان کے ساتھ ضروری ہیں۔ پس جس طرح انسان بھوک کی خواہش معلوم ہونے پر اس کا انسداد کرتا ہے اور اسباب شکم پُری مہیا کرتا ہے۔ اور تشنگی محسوس ہونے پر آب سرد کا متلاشی ہوتا ہے۔ اور موسم گرما میں تپش کی وجہ سے بیقرار اور بے چین ہوکر اسباب تسکین کی جستجو میں مبتلا ہوتا ہے اسی طرح موسم سرما میں سردی سے محفوظ رہنے کی تدابیر کرتا ہے غرضیکہ خداوندکریم نے اس عالم اسباب میں سب چیز کے اسباب پیدا کئے ہیں اسی طرح بیماری پیدا ہوجانے کی صورت میں علاج کی ضرورت ہے اور قدرت نے ہر مرض کے لئے دوا پیدا کی ہے حکما کی تشخیص اور ادویہ کا صحیح استعمال اور ان کے حکم کی تعمیل اگر صحیح طور پر ہوگی تو صحت ہوکر مرض

علاج کرانیوالے کو اس امر کا اعتقاد ہونا ضروری ہے کہ شافئ مطلق خدا ہے، دوا کو اس نے سبب قرار دیا ہے پس جس کو ایسا اعتقاد ہوگا اس کو خاک کی چٹکی کیمیا کا اثر دکھاوے گی۔

بزرگوں کا قول ہے۔ پیش طبیب مرو پیش تجربہ کار برو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس حکیم یا ڈاکٹر کے پاس مت جاؤ جس نے علم تو پڑھا ہو اور مطب نہ کیا ہو یا کسی ڈسپنسری یا دواخانہ میں صدہا مریضوں کو نہ دیکھا ہو جس سے بھی علاج کرانا مقصود ہو اس سے تمام کیفیت مرض بیان کرو۔ نبض کی تشخیص قارورہ کا معائنہ کراؤ۔ معدہ کی کیفیت کہ شکم میں گرمی سے خشکی اور خشکی سے قبض تو نہیں ہے ظاہر کرو انہضام معدہ کس طور پر ہے۔ اعضائے مخصوصہ کی بیرونی حالت کا پورا پورا صحیح طور پر اظہار کرو شرم و حجاب بالائے طاق رکھو اندرونی حال نبض سے معالج پر ظاہر ہو جاتا ہے لیکن ظاہرا حال بتانا پڑتا ہے جس کو ظاہری و باطنی بیماریوں کی مکمل طور پر تشخیص ہو جائے تو جس طرح معالج امور ضروری بتلائے یا کوئی کڑوی تلخ بدمزہ دوا کا استعمال کرائے یا کسی تیز تند دوا کی مالش کرائے تو صبر استقلال سے اپنے استعمال میں لائے ممکن نہیں کہ صحت نہو۔

طبیبوں کا ہے کام کرنا دوا کا
شفا بخشنا کام ہے کبریا کا

نزلہ

از جناب حکیم محمد ایوب حسن صاحب اجمیری

یہ مرض بالعموم موسمی تبادلات یا مزاج کی حالتوں پر موقوف ہے کیونکہ مزاج دن میں کئی مختلف حالتیں پیدا کرلیتا ہے۔ اور یہ مرض جس وقت بگڑ جاتا ہے تو عجیب رنگ دکھلاتا ہے۔

نزلہ وہ ہے جو معدے کے ابخرات سے دماغ کی طرف جاکر رطوبت فاسد پیدا ہوجاتے ہیں اور اگر یہ رطوبت فاسدہ چشم اور گوش کی طرف رجوع ہوں تو زکام کہا جائیگا اور اگر حلق اور سینے کی طرف رجوع ہوں تو نزلہ کہا جائیگا لیکن زکام بھی نزلہ ہی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اسباب

اس مرض میں جسم میں بیکلی۔ اعضا شکنی سینے اور حلق میں خراشیں ہوجاتی ہیں اور کچا بلغم یا رطوبت حلق کے راستے کھانسی کے ساتھ جس کا ذائقہ شور یا بمائل تلخی یا پھیکا نکلتا رہتا ہے اور خفیف سی حرارت بھی رہتی ہے۔ اور اگر اس میں صفرا شامل ہو تو اوپر کے حصہ جسم پر خفیف سی سردی محسوس ہو انگڑائیاں آویں اور شدت سے بدن میں ہڑکل ہو حلق میں کثرت سے خشکی پائی جاوے۔ اور اکثر مشاہدہ میں آیا ہے کہ شدت کھانسی سے سینہ اور حلق کے پردوں پر ورم بھی ہوجاتا ہے اور شرائن سے خون بھی آنے لگتا ہے اس میں علاج سے کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کیونکہ نزلہ بگڑ کر بہت سے متعدی امراض رونما ہوجاتے ہیں اور نزلہ بلغمی میں بلغم شور اور خشکی بہت زیادہ ہوتی ہے تشنگی کثرت سے معلوم ہوتی ہے۔ بلغم لیسدار اور غلیظ ہوجاتا ہے اور اگر یہی بلغم جم کر بوجہ اپنی غلظت کے دماغی پٹھوں کو ماؤف کردے تو مرض سکتہ اور سرسام کا احتمال ہے اور اسی سے رعشہ پیدا ہوجاتا ہے۔

نزلہ اور زکام میں اکثر خفیف حرارت بھی ہوجاتی ہے اس کے علاج میں تساہل نہیں کرنا چاہیے۔

علاج نزلہ بلغمی

گاؤزباں - عناب - سپستاں
۴ ماشہ　۵ دانہ　۹ دانہ

اصل السوس ۳ ماشہ بہدانہ ۳ ماشہ۔ تخم خطمی ۴ ماشہ شب کو پانی میں تر کرکے صبح کو چھان کر خمیرہ بنفشہ ڈال کر استعمال کریں۔

اور اگر کھانسی کی شدت ہو تو لعوق سپستاں کا استعمال رکھیں۔ زیادہ گرم و سرد اشیا سے پرہیز کریں۔ سینے کی حفاظت کریں۔ انشاءاللہ دو چار روز میں ہی صحت ہوجاوے گی۔

علاج نزلہ صفراوی

گل بنفشہ - آلو بخارہ - گل نیلوفر
۵ ماشہ　۵ دانہ

۴ ماشہ۔ سپستاں ۹ دانہ تخم خبازی ۵ ماشہ رات پانی میں تر کرکے یا صبح کو جوش دیکر شربت نیلوفر ۲ تولہ ڈال کر استعمال کریں۔

اور اگر حنجرے سے خون کی برآمدگی ہو تو شیرہ تخم مغز کدو۔ شیرہ تخم خرفہ ۴ ماشہ لعاب بہدانہ ۳ ماشہ۔ عرق گاؤزبان ۱۰ تولہ میں پیسکر شربت نیلوفر ۲ تولہ یا شربت خشخاش ڈال کر استعمال کریں۔ پرہیز اس میں کافی کریں چھوٹا یا حقیر سمجھ کر یا نزلہ کو روز مرہ کا مہمان سمجھکر بے پرواہی نہ کریں

اس سے ہی بڑے بڑے مرض ہو جاتے ہیں حنجرہ پر ورم آجانے سے سانس کی آمد و رفت کو روکتا ہے اور پانی کو بھی حلق سے نیچے اُترنے نہیں دیتا اس میں مریض بے چین اور بیقرار رہتا ہے اور اس میں اکثر قبض بھی ہو جاتا ہے اور اس میں اگر قبض ہو تو عناب ۵ دانہ ۔ سپستاں ۱۱ دانہ عنب الثعلب خشک ۵ ماشہ ۔ شاہترہ ۵ ماشہ ۔ گل نیلوفر ۵ ماشہ ۔ تخم کاسنی ۴ ماشہ ۔ مغز فلوس ۵ ماشہ ترنجبین ۱ تولہ گلقند آفتابی سے مسہل تیار کرکے پی دیں ۔ اور اگر خشکی زیادہ ہو اور گلے میں خشکی اور خراشیں ہو تو اسی دوائے مسہل میں روغن بادام بھی اضافہ کریں دو چار دست ہو جانے پر مرض میں کمی ہو جاوے گی اور عرق مکو میں سبوس گندم تخم خطمی برگ شہتوت جوش کرکے غرارہ کریں ۔ خناق صفرا ۔ سودا ۔ بلغم وغیرہ سے پیدا ہوتا ہے اور نزلہ سے بھی بنتا ہے ۔ اس کے علاج میں تساہل نہیں کرنا چاہیئے اسی سے بہت سے مرض رونما ہو جاتے ہیں اور بعد میں مصیبت اُٹھانی پڑتی ہے ۔ نزلہ سے ہی خناق اور نمونیہ (ذات الصدر) اور ذات الجنب ۔ ضیق النفس اور نفس الام یا نابخار اور کھانسی وغیرہ پیدا ہوتے ہیں سینے کے باریک پردے متورم ہو جاتے ہیں ۔ سانس کے ساتھ دکھتے ہیں ۔ سینہ

میں لگا ہے کسک اور پسلیوں میں دکھن ہوتی ہے سانس پھولنے لگتا ہے ۔ بلغم کی کثرت ہوتی ہے اور اگر بلغم آسانی سے نکل جاتا ہے تو مریض کو قدرے سکون ہوتا ہے گلے کے غدود متورم اور خشک ہو جاتے ہیں ۔ ذات الصدر سے ذات الریح بنتا ہے اس میں ریاح غلیظ شامل ہو کر دل میں بھی درد محسوس ہونے لگتا ہے ۔ سینے کے بعض حصوں میں چمکیں بھی ہونے لگتی ہیں پیاس شدت سے ہوتی ہے گھبراہٹ بہت زیادہ ہوتی ہے ۔ پھیپڑوں میں ورم ہو جاتا ہے بچوں کے مرض ڈبہ کو بھی نمونیہ ہی کہا جائیگا ۔ جس سے بچے کثرت سے ضائع ہو جاتے ہیں ۔ بچوں کا بلغم بذریعہ اسہال خارج کیا جاتا ہے ۔ بعض موقعوں پر بڑوں کو بھی دست آور دوائیاں دیجاتی ہیں ۔

باقی آئندہ

معدہ

(از جناب حکیم محمد ایوب صاحب اجمیری دہلی)

انسان کی تندرستی کا سارا دار و مدار معدے پر موقوف ہے اس کی حفاظت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ کھانے کے اوقات بھی مقرر ہونے چاہئیں اور بچوں کو اوقات مقررہ کا شروع ہی سے عادی بنانا چاہیئے اور حاملہ عورتوں کو اُن کی مرضی کے مطابق غذائیں دی جائیں اور اگر کسی ثقیل غذا پر حاملہ عورت کی رغبت ہو تو معمولی مقدار میں دینی چاہیئے ثقیل غذا جبتک ہضم نہ ہوجاتے اس وقت تک حاملہ عورت کو دوسری غذا کھانی نہیں چاہیئے۔ لیکن غذا کے ساتھ حاملہ عورت کو اگر دہی میں شکر ڈال کر یا گرم مصالحہ ہلکا ڈال کر دیا جاوے تو زیادہ مفید ہے گرم چیزوں سے حاملہ کو پرہیز لازمی ہے ابتدائے زمانہ حمل میں عورتوں کو ترش چیزوں سے زیادہ رغبت ہوتی ہے مگر اچار سرکہ و اچار، تیل وغیرہ سے پرہیز لازمی ہے۔ مربے وغیرہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سنترہ۔ کمرخ اور دیگر قسم کے پھل جس میں ترشی ہو یہ استعمال کرانے چاہئیں کیونکہ جس قدر ترش پھل ہیں سب کا مزاج سرد تر ہے دل اور دماغ کو قوت بخشتے ہیں اور مقوی معدہ ہیں اور میٹھی چیزوں کا مزاج گرم تر ہے ہضم میں دونوں برابر ہیں۔

معدہ کی خرابی میں اکثر لوگ چورن کا استعمال کرتے ہیں۔ بہتر ہے کہ اگر معدے میں غذا ہضم نہ ہوئی تو لیموں چوسیں اس سے غذا ہضم ہوجاوے گی اور اگر تمبا کو استعمال کرنیوالے دانتوں کی ترشی کا خیال کریں تو گنا چوسنا بھی ہضم معدے کے لئے عمدہ چیز ہے گنڈیری کھانے میں یہ نقص ہوتا ہے کہ فروخت کرنیوالے گنڈیریوں پر پانی چھڑک دیتے ہیں اس سے گلے میں خراشیں پیدا ہوجاتی ہیں اور نزلہ ہوجاتا ہے۔

ہر انسان کو لازم ہے کہ ہر حال میں اپنی تندرستی کا خیال رکھے اور ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تندرستی کا دارومدار معدے پر مقرر فرمایا ہے۔ اگر فعل معدہ درست ہے تو انسان کبھی بیمار نہیں پڑ سکتا اور معدے کے نقص سے ہی جگر اور امعاء (آنتوں) میں امراض پیدا ہوجاتے ہیں۔ صفرا سودا۔ بلغم وغیرہ معدے ہی کی خرابی سے پیدا ہوتے ہیں اور اگر فعل معدہ درست ہے تو انسان کی صحت اچھی ہے۔

اختناق

غرضکہ انسان کی تندرستی اور قوت کا دارومدار اول معدے کی اصلاح دوئم قوت حیوانیہ پر ہے اس میں عورت ہو یا مرد دونوں یکساں ہیں۔ جبکہ فعل معدہ درست ہے تو عورت کی ماہواری باقاعدہ ہوتی رہیگی اور امراض رحمی سے بھی محفوظ رہے گی۔

مرض سیلان الرحم سے ہی مرض اختناق الرحم پیدا ہوتا ہے جس کا سب سے اول بہوت پر بہت خیال کیا جاتا ہے بوجہ اخراج رطوبت رحم کمزور ہوجاتا ہے۔ اور بوجہ کمزوری رحم دورے پڑنے لگتے ہیں اور رحم پر ورم بھی ہوجاتا ہے۔ اختناق الرحم رحم کی کمزوری پر موقوف ہے۔ دل۔ دماغ۔ معدہ۔ جگر تمام اعضاء کمزور ہوجاتے ہیں تب سیلان الرحم سے اختناق الرحم ہوجاتا ہے۔

اطبا لوگ اختناق الرحم کا علاج مفرح ادویات سے کرتے ہیں تاکہ اعضائے رئیسہ کو تقویت پہنچائی جاوے اور

علاج معالجہ بھی ساتھ ہی ساتھ شروع کر دیتے ہیں اس مرض کی بنیاد کمزوریٔ رحم پر مبنی ہے۔ اس کی وجہ سے دل، دماغ جگر کمزور ہوجاتے ہیں۔ قلب میں دھڑکن شروع ہوجاتی ہے دماغ میں بھاری پن، آنکھیں چڑھی ہوئی رہتی ہیں، بدن میں سستی اور کاہلی ازحد رہتی ہے، غرضکہ معدے وہ شے ہے جسکی خرابی سے گوناگوں امراض رونما ہوجاتے ہیں۔ انسان کی تندرستی معدے کی اصلاح پر موقوف ہے معدے کو ایسی ہلکی اور مقوی غذائیں دیجائیں جس سے معدہ قوی اور درست رہے اور جبتک ایک غذا ہضم نہ ہوجائے اس وقت تک کوئی دوسری غذا ہرگز نہ کھائیں تاکہ فعل معدہ خراب نہ ہو اور دوسرے امراض حملہ آور نہ ہوں۔ بواسیر، قولنج، مفاصل، نقرس، عرق النساء فساد خون، نزلہ زکام، جگرتی، درد گردہ، ریگ مثانہ، نفخ، درد شکم۔ یہ سب جملہ امراض معدے کی خرابی سے ہی رونما ہوتے ہیں حفاظت معدہ ضروری ہے اگر معدے کا فعل درست ہے تو سب امراض سے آپ بچے رہیں گے۔

دِق

(از جناب حکیم محمد ایوب حسن صاحب اجمیری، دہلی)

حرارت طبعی کا معمولی مقدار سے بڑھ جانا جس کی بہت سی قسمیں ہیں اور اس میں دائمی طریقہ پر حرارت قائم رہنا وقت معینہ پر محسوس کرنا جس میں علامات مندرجہ ذیل پائی جاویں اس کو دق کہتے ہیں۔

علامات مرض دق کا آغاز اس طرح شروع ہوتا ہے کہ ابتدا میں کھانا کھانیکے بعد آنکھوں سے گرمی کا نکلنا۔ بدن میں گرانی محسوس ہونا۔ رفتہ رفتہ حرارت کا بڑھ جانا جس کو مریض محسوس نہ کر سکتا ہو۔ ہاتھ پاؤں میں قلیل عرصے کے واسطے تجنیر کا ہوجانا۔ مریض کا لیٹ جانا یعنی مرض کا خمار ہونا بظاہر معلوم ہوناکہ مریض کو نیند آگئی ہے۔ پیشاب کا گرم ہونا لیکن غیر محسوس کھانسی نہایت خفیف معمولی آہ کے ساتھ یہ ان جراثیم کی آغاز پیدائش ہوتی ہے۔ بعد غذا کے جب معدے میں غذا بعد انہضام جگر میں خون بننے کے لئے داخل ہوتی ہے تو جراثیم خون کی غذا کھانے کے واسطے اس جگہ آجاتے ہیں اسی وجہ سے وہ حرارت پیدا ہوتی ہے اور خون کے بننے کے پھیپڑے کے نزدیک چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے کھانسی مثل حرارت کی طرح پیدا ہوتی ہے بعد دو تین ماہ کے وہ حرارت سب پر عیاں ہوجاتی ہے۔ اور کھانسی بھی ترقی پکڑ جاتی ہے جو سب پر ظاہر ہونے لگتی ہے۔ بلغم کچا اس قدر نکلتا ہے کہ پسلی کی طرف خفیف سی دُکھن محسوس ہوتی ہے۔ یہ مرض ابتدائی کہا جاتا ہے اکثر یہ مرض عالم شباب میں کثرت سے ہوتا ہے۔

اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ جملہ اطبا کاملین اپنے اپنے مشورے سے پبلک کو فیضیاب بنادیں اور امکانی کوشش کریں ممکن نہیں کہ کامیاب نہ ہو۔

آنتوں میں دق اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ یہ جراثیم خون پینے کے بعد اپنا آنتوں میں مسکن بنالیتے ہیں جس سے مریض کے پیٹ میں درد شروع ہوجاتا ہے اور بعد کھانا کھانے

یہ درد زیادہ ہو جاتا ہے یہ جراثیم آنتوں کے اندر نہیں ہوتے بلکہ آنتوں کے باہر کے حصہ پر چپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ آنتوں کی اوپر کی چربی جس کو شحم کہتے ہیں اور ہر مقام کی چربی کا نام شحم ہے جس وقت وہ کیڑے شحم کھانا شروع کرتے ہیں تو تشنج میں درد شروع ہو جاتا ہے کبھی زیادہ کبھی کم۔ اور یہ جراثیم جلاب سے خارج نہیں ہو سکتے اس واسطے کہ یہ شحم کے اندرونی حصے میں رہتے ہیں اس میں بھی مانند اول کے متذکرہ بالا حرارت رہتی ہے اور کھانسی بھی رہتی ہے مثل اول کے۔

اس میں ایک درد زیادہ ہوتا ہے یہ درد ہاضم دواؤں سے نہیں جاتا کیونکہ دوائیں معدے میں، امعاء میں، خون میں اپنا اثر کرتی ہیں۔ شحم کے اندرونی حصہ میں دوا دینے میں اثر کرتی ہے بوجہ چکنائی کے اس کو معدے و جگر کی دق بھی کہتے ہیں۔

جگر میں ایک سختی پیدا ہو جاتی ہے وہ اُن کیڑوں کے رہنے کا مقام ہوتا ہے اور یہ جگر کے اُس مقام پر رہتے ہیں جہاں سے خون بن کر تمام جسم میں جاتا ہے یعنی کیلوس میں مقام کرتے ہیں اور خون کے ذریعہ سے بدن کے دوسرے حصے میں بھی پہنچ جاتے ہیں اور خون کے ذریعہ سے ہی پھیپھڑے میں بھی پہنچ جاتے ہیں اسی کا نام معدے کی دق ہے اس میں بھی اول کی طرح معدے اور آنتوں میں درد رہتا ہے۔

ہڈی کی دق

ہڈی میں درد پیدا ہو جاتا ہے اور ہر ہڈی اندر ہی اندر کمزور ہوتی چلی جاتی ہے اور خواہ اس مقام پر کوئی زخم پیدا ہو یا نہ ہو علی ہذا القیاس یہ ضروری نہیں کہ زخم کا ظہور ہو یا نہ بھی ہو اور اس مقام کو حرکت دینے پر تکلیف کم ہو اس کو ٹھنڈی دق کہتے ہیں اس دق کا مریض چھ ماہ سے لے کر دو تین سال تک اس میں مبتلا رہتا ہے لیکن بخار کھانسی بدستور ہوتا ہے لیکن جب یہ جراثیم شحم کھانا شروع کر دیتے ہیں تو مریض کی جلد پر رونق اور چکنائی شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن مریض ہڈیوں میں دکھن محسوس کرتا ہے اور ہڈیاں گلنے لگتی ہیں اور کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور زخم اوپر ظاہر ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر صاحبان اس مقام کو تراش دیتے ہیں پھر مادہ دوسری ہڈیوں میں چلا جاتا ہے۔

جب بلغم مثل پیپ کے آنے لگے تو سمجھ لو کہ اس بلغم میں کیڑے خارج ہو رہے ہیں ان کیڑوں کی وجہ سے بلغم پانی کی تہ میں بیٹھ جاتا ہے بلغم میں تعفن پیدا ہو جاتی ہے۔

تجربہ شاہد ہے کہ جب مریض کو دست آتے ہیں تو وہ زمانہ آخری ہوتا ہے اس میں تعفن اور لیس ہوتا ہے ان دستوں میں بدبو سڑے ہوئے گوشت کے مانند ہوتی ہے اور لیس ہوتا ہے مثل آؤں کے یہ خون کا وہ حصہ ہے جو کیڑوں نے کھا کر پاخانہ کر دیا ہے یہ ان کیڑوں کی بیٹ ہوتی ہے اسی واسطے اطباء دق کے مریض کے پاس جانے کو منع کرتے ہیں سانس کے ذریعہ سے وہاں بیٹھنے والوں کے اندر بھی داخل ہو جاتے ہیں جس کو کہا جاتا ہے کہ دق نسلی ہو جاتی ہے۔ نسلی وہ ہے اگر ماں باپ کو یہ مرض لاحق ہے تو بچے وغیرہ ضرور پاس رہیں گے تو وہ کیڑے سانس کے ذریعے ان میں بھی داخل ہو جاویں گے خون کے دور شباب میں وہ پرورش پا کر مرض شروع ہو جاویگا ایسے مریض کے پاس جانے سے یا اس کے برتن وغیرہ جس میں مریض نے استعمال کیا ہو برتنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

بعد گذر جانے مریض کے قلعی میں سنکھیا ڈال کر مکان میں کئی مرتبہ قلعی کرا دیں برتنوں پر بھی قلعی کرا دیں بچے وغیرہ اس جگہ پر نہ جاویں جب تک وہ بالکل صاف

نہ ہوجاوے جس قدر بھی ممکن ہوسکے احتیاط سے کام لیں اب چونکہ یہ مرض کثرت سے ترقی پکڑ گیا ہے اب آنتوں کی دق۔ ہڈیوں کی دق وغیرہ پیدا ہوگئی ہے اس مرض کے شروع ہوتے ہی کا بیٹھ جانا یعنی آنکھوں میں حلقہ پڑجانے عروق و شرائین میں گرمی کا محسوس ہونا۔ ناک اور گردن کا پتلا پڑجانا۔ یہ واضح رہے کہ زمانۂ آغاز میں جسم پر ہاتھ رکھنے سے کچھ بھی محسوس نہ ہوگا۔ لیکن اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد آرام کیوں کیا پیٹ کی جلد پر خشکی معلوم ہوگی اور کسی قدر جھریاں پڑجاویں گی۔ یہ علامات اس مرض مہلک کے ہیں ان آثار کے شروع ہوتے ہی دھوپ میں بیٹھنے سے احتراز کریں آگ کے سامنے جانے سے بچیں۔ غم اور غصہ سے پرہیز کریں اس مرض کے شروع ہوتے ہی مریض کی طبیعت میں چڑچڑا پن پیدا ہوجاتا ہے۔ علامات اس وجہ سے درج کی گئی ہیں کہ آغاز مرض معلوم ہوجاوے اگر یہ مرض آج سے شروع ہوگیا ہے تو کل سے یہ علامات شروع ہوجاویں گی اس کے شروع ہوتے ہی مریض پر خاموشی طاری ہوجاوے گی قلب کمزور ہوجائے گا دو تین ماہ کے اندر گوشت گل جاویگا چہرہ خشک ہوجائیگا ہڈیاں سوکھی رہجاویں گی۔

ہم ماہرین فن اور اطبا حاذقین کی خدمت میں اپنی رائے پیش کرتے ہیں امید کہ اطباء حاذقین اپنی اپنی رائے سے مندرجہ ذیل ادویہ کے خواص و افعال سے مطلع فرماویں گے۔

شاہترہ جو جگر کے امراض میں عجیب الاثر مانا گیا ہے۔ مصفی خون اور دافع حرارت ہے۔

برگ حنا جو کیڑوں کے مارنے اور اصلاح خون کے لئے بہترین چیز مانی گئی ہے۔

برگ تلسی جس سے جراثیم اور حشرات الارض دور بھاگتے ہیں۔

خس:- مفرح ہے اور دل دماغ کو قوت بخشتی ہے خون کو کیڑوں سے پاک کرتی ہے۔

برگ بانسہ:- بخار کھانسی کے لئے نہایت مفید مانا گیا ہے خون آنیکو روکتا ہے۔

تخم خرفہ:- خون آنیکو روکتا ہے۔ گل نیلوفر۔ مغز تربوز۔ بادرنجبویہ۔ کدو دراز اثر شیدہ۔ بیخ نیشکر۔ برادہ صندل سرخ۔ برادہ صندل سفید پدماکھ۔ ڈاب۔ گل یاسمین۔ جوکہ مفرح قلب ہیں اور خون میں اصلاح کرتی ہیں ان ادویہ کو آب باران یا دریائی پانی میں شب کو ترکریں۔ صبح کو پانچ سیر شیر پشیدہ یا شیر گاؤ داخل کریں اور بکری یا گائے اگر سیاہ رنگ ہو تو بہتر ہے اور کسی قسم کی بیماری نہ ہو جوان العمر ہوں عرق کشید کریں۔

علاج وہ تربوز یا گنا مریض جس کی جڑ میں مار سیاہ مار کر دفن کیا گیا ہو جب اس زمین کا جس میں تخم ریزی کے وقت مار سیاہ مار کر کھات دیا گیا ہو آوے وہ مریض کو کھلایا جاوے انشاء اللہ مریض شفایاب ہوگا اس کھیت میں جس میں مار سیاہ کا کھات دیا گیا ہے پانی بھی دریا یا کنوئیں کا دیا جاوے کوئی گندہ اس کھیت کے پاس بھی نہ آوے لیکن کنوئیں سے بہتر نہر کا پانی ہے۔ دریا کا پانی بذریعہ نہر آتا ہے مگر یں کھاتا ہوا صاف

ہو کر آتا ہے۔ غذا میں کالی گائے یا کالی بکری کا دودھ دیا جاوے جس جگہ مریض ہو وہ جگہ ہوادار اور صاف ہو

نمبر ۱ عرق گلو سل اور دق کے واسطے ازلبس مفید ہے اور خون جوش کو روکتا ہے۔ گلو نیمکوفتہ رات کو پانی میں بھگو دیں۔ صبح عرق کشید کریں۔ ۵ تولہ صبح ۵ تولہ شام ہمراہ شربت فریادرس نوش کریں اور نسخہ مرکبہ عرق گلو میں اضافہ کریں۔

نمبر ۲ اصل السوس۔ گاؤزبان۔ گلو نیلوفر۔ شاہترہ
۴ تولہ ۲۰ تولہ ۴ تولہ ۴ تولہ
کشنیز خشک ۴ تولہ خس ۱۰ تولہ چرتہ ۴ تولہ خیارین۔
۴ تولہ نیمکوفتہ کا اضافہ کریں۔

شیخ الرئیس نے اکثر اس مرض مہلک کے واسطے گلقند آفتابی ۴ تولہ پر اکتفا کیا ہے کہ رات کو سوتے وقت گلقند آفتابی کھاکر مریض آرام کرے۔

شربت اعجاز۔ شربت فریادرس۔ شربت نیلوفر یا شربت بزوری۔

کھانسی نزلہ اور سل کے دوران میں گولیاں بناکر استعمال کریں۔

تخم خشخاش سفید۔ صمغ عربی۔ نشاستہ۔ تیغال۔ کتیرہ۔ مغز بادام مقشر
۴ ماشہ ۲ ماشہ ۲ ماشہ ۲ ماشہ ۴ دانہ
عرق السمک۔ تخم خطمی۔ گل گاؤزبان۔ رب السوس
۲ ماشہ ۲ ماشہ ۲ ماشہ ۴ ماشہ
مغز کدو شیریں۔ تخم کاہو مقشر۔ افیون۔ مصری۔ زعفران۔
۴ ماشہ ۴ ماشہ ۴ رتی ۱۱ ماشہ ۴ رتی
جملہ ادویہ کوٹ چھان کر سفوف بناویں۔ لعاب بہدانہ نکال کر سفوف میں ملاکر حب یعنی گولیاں بمابر دانہ نخود بنالیں وقتاً فوقتاً ان گولیوں کو منہ میں رکھیں۔ خمیرہ خشخاش دیا قوزہ صبح شام ہمراہ عرق کے استعمال کریں۔

نمبر ۳ شربت اعجاز۔ شربت فریادرس عرق مذکورہ ڈالکر پلا دیں قبل اس کے لعوق آب تربوز لعوق سپستان وغیرہ دیویں۔ لعوق ابریشم شیر عناب والا شربت اعجاز دلویں

نمبر ۴ طباشیر۔ تخم گاؤزبان۔ ست گلو۔ گوند کیکر۔ سرطان محرق
۲ ماشہ ۲ ماشہ ۲ ماشہ ۱ ماشہ ۱ ماشہ
کوکنار۔ ۲ رتی۔ دانہ ہیل۔ ۴ رتی کوٹ چھان کر سفوف بناویں اس سفوف کو ہمراہ شیر گاؤ استعمال کریں۔ جس گائے کا دودھ استعمال کیا جائے وہ گائے جوان ہو اور کسی مرض میں مبتلا نہو

خاص جام شفا کے لئے

قند پارسی

(از مصوردرد مولانا مولوی حافظ محمد حسن صاحب اختر نعمانی نقشبندی دہلوی)

کے سرِ گلشن دلدار رسیدست کسے　　صفت من گُل نظارہا چیدست کسے

دل من خانۂ وزین رمیدست کسے　　ایں چہ قُرب است کزیں قُرب بعیدست کسے

ہمہ شاداب شدہ نخلِ امیدست کسے　　یارب ایں وعدہ دیدست کہ عیدست کسے

ذرۂ دردبنا شد اگرت ہیچ 〃 〃 〃 〃　　زانکہ بیدرد بدرماں نہ رسیدست کسے

کیفِ نظارہ کُجا لذتِ دیدار کُجا　　اوندانند کزو وابستہ امیدست کسے

مُدتی شد کہ تُرا بودم و ہم محرومم 〃　　زعطا ہائے تو دیدم نہ تہیدست کسے

رنج از دوستی پیداست شرر اندرِ آب　　ایں ندیدست کسے این نہ شنیدست کسے

رشتۂ عشق بہ پیچیدم و ایں فخر من ست　　نازشِ سبحہ و زُنار کشیدست کسے

شمعی از آتشی افروخت دلم باز بسوخت　　ستمی کرد بدین طرزِ جدیدست کسے

رفت اکنوں کجا آن جذبۂ کامل اختر

تا سرِ محفل اغیار رسیدست کسے

آئینہ سکندری

عجیب آنکھیں

جرمنی میں ایک شخص مسمی ایمل گلٹ ہے جس کے واسطے تاریکی کوئی چیز ہی نہیں ہے اس کی آنکھیں بلی کی آنکھوں کی مانند ہیں اس کو روشنی و تاریکی دونوں یکساں ہیں۔

ایمل گلٹ نامی شروع میں ایک کوئلہ کی کان میں مزدور تھا وہاں معمولی کام کیا کرتا تھا۔ لیکن جب اس کو متحیر العقول خصوصیت کا علم ہوا تو اس نے چوہے پکڑنے کا پیشہ اختیار کیا اور اس کی ان عجیب و غریب آنکھوں نے اسے قلیل عرصے ہی میں امیر کبیر بنا دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے رات کی تاریکی میں ایک مرتبہ ۱۵ منٹ میں ۸۸ چوہے مارے۔

دھات کی بتی

یہ دریافت کرنے کے بعد دھات بھی بلاٹر کی طرح سیال اشیاء کو جذب کر سکتی ہے ایک امریکن موجد نے مٹی کے تیل سے روشن ہونیوالے چراغوں کے لئے معدنیات کی بنی ہوئی بتی ایجاد کی ہے۔ یہ دھات کی بتی کپڑے کی بتیوں کی طرح جلتی ہے اور اس کی روشنی نسبتاً تیز ہوتی ہے۔

دھات میں مسامات پیدا کرنے کے لئے موجد نے پہلے اسے کیمیائی طریقوں پر سفوف کی صورت میں منتقل کیا اس کے بعد کئی ہزار پونڈ مربع انچ کے حساب سے سفوف کو دبا کر بھٹی میں رکھا گیا اس طرح دھات پھر بظاہر اپنی اصلی صورت پر آگئی لیکن درحقیقت یہ اپنی حقیقی حالت کے مقابلے میں بہت زیادہ ہلکی تھی اور اس میں سیال چیزوں کو جذب کرنیکی قوت تھی مندرجہ بالا بتیاں اس قسم کی تیار کردہ دھات سے بنائی گئی ہیں۔

عجیب و غریب عورت

لندن میں ایک معمولی ملازمت پیشہ عورت رہتی ہے جس میں ایک عجیب و غریب صفت پائی جاتی ہے۔

ہوتا یہ ہے کہ اس عورت کے کسی کمرے میں داخل ہوتے ہی اُس میں اگر کوئی گھڑی رکھی ہو تو وہ خود بخود فوراً بند ہو جاتی ہے اس معاملے میں ایک ڈاکٹر سے رجوع کیا گیا تو اس نے یہ رائے ظاہر کی کہ عورت مذکورہ کے جسم میں بجلی بہت زیادہ مقدار میں موجود ہے جسکی وجہ سے یہ غیر معمولی صورت رونما ہوتی ہے۔

نرالے ٹیکس

اٹلی میں جو لوگ کنوارے رہتے ہیں ان کے ٹیکس میں بقدر ۱۳ شلنگ سالانہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے مگر اس سے بھی نرالا ٹیکس گبدار (آسٹریا) میں ان لوگوں پر لگایا جاتا ہے جو اپنے کتوں کی قبروں پر کندہ پتھر رکھتے ہیں اس ٹیکس کی رقم ۳-۸۰ شلنگ ۶ پنس ہے۔

فرانس کے بعض حصوں میں کتوں پر ان کے وزن کے مطابق ٹیکس لگایا جاتا ہے۔

(ماخوذ)

فن پرواز

گذشتہ سے پیوستہ

سب سے پہلا آلۂ طیر مسٹر ایف' ایس کاڈی ی.جی (Cody) نے تیار کیا جو متذکرہ بالا پتنگوں کی پرواز میں بھی کافی حصہ لے چکا تھا اُس نے خود ساختہ آلات سے جو کافی وزنی تھے متعدد تجربے گئے اولاً اس کو کچھ کامیابی نہ ہوئی آلہ تھوڑی دور اُڑکر گر پڑتا تھا لیکن اس نے استقلال کے ساتھ اپنا تمام وقت مشکلات کے رفع کرنے میں صرف کیا اور بالآخر ایک مفید آلہ تیار کر ہی لیا اس شخص کو وہ برطانوی فن طیر کا باوا آدم کہا جائے تو بیجا نہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے منچلے بہادروں نے اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر انگلستان سے فرانس تک پرواز کی پھر سلطنت نے بھی چند آلات تیار کرائے۔ اپنی سرپرستی میں اس فن کے ایک مرکزی مدرسہ کا افتتاح کیا اور ایک علیحدہ محکمہ' محکمہ پرواز کے نام سے قائم کیا جو آغاز جنگ کے وقت ۱۹۱۴ء میں بالکل بچپن کی حالت میں تھا۔

ابھی تک اِن آلات کی تعداد کم تھی اور وہ نسبتاً ناقص بھی تھے چنانچہ جو طیارچی پرواز کرتا وہ اپنی زندگی سے بے پروا ہوکر یہ عمل کرتا بہترین آلہ ۶۰ میل فی گھنٹہ کے حساب سے پرواز کرتا تھا اور اگر وہ دس منٹ میں تین ہزار فیٹ اونچا چلا جاتا تو گویا یہ بڑی کامیابی تھی۔ جو آلہ تین ہزار فیٹ سے اونچا ہوتا اُس کے متعلق خیال تھا کہ توپ کے گولوں کی زد سے محفوظ رہے گا۔ اس وقت تک ہوائی جہاز پر حملہ کرنیکا کوئی باقاعدہ ہوا تھا۔ وہ توپ تفنگ سے محفوظ رہتا تھا

لیکن بالعموم آلہ میں کوئی نہ کوئی خرابی پیدا ہونے سے اسکی تباہی کا اندیشہ لگا رہتا تھا۔

اواخر ۱۹۱۸ء میں یہ آلات ۲۰ ہزار فیٹ اونچے پرواز کرنے لگے۔ اور ایک مخصوص قسم کی توپیں اُن کو اتنی بلندی پر سے بھی نیچے گرانے لگیں اس آلے کے اندر مشین گن رکھی جاتی تھی کہ فضائے بسیط میں بھی کشت و خون کا بازار گرم رہے۔ اس کے اندر دشمنوں کے قلعوں اور جہازوں پر پھینکنے کے لئے بم بھی رکھے جاتے تھے۔

اولاً ہوائی جہاز مسلسل تین ساڑھے تین گھنٹوں سے زیادہ پرواز نہ کر سکتا تھا۔ اور جہاز کا انجن ایسا ناقص ہوتا کہ وقت معینہ کے بعد جہاز سے کام لینا مجبوراً بند کرنا پڑتا تھا۔

جنگ کے شروع زمانے میں محکمۂ پرواز کا کام صرف دشمن کی کمین گاہوں کا پتہ لگانا تھا۔ اسی زمانے میں جرمنی چند نایاب آلات طیر میدان جنگ میں لایا۔ جسے دیکھکر فرانس اور برطانیہ نے اُس میں اور مفید اختراعات کی کوشش کی۔

زمانۂ جنگ میں کبھی جرمنی کا ہوائی جہاز اتحادیوں کے تمام جہازوں سے برتر ہوتا تھا اور کبھی اتحادیوں کے جہاز جرمنی کے جہاز سے سبقت لیجاتے اس کا سبب محض یہ تھا کہ ہر دو فریق ایک دوسرے کے جہاز دیکھکر اُس سے بہتر بنانے کی کوشش کرتے تھے کسی آلہ کی بہتری و بہتری اس کی رفتار' طاقت' پرواز' تبدیل رخ اور فاصلہ

پرواز پر منحصر ہے ابھی بتا چکا ہوں کہ ۱۹۱۴ء میں ۶۰ میل فی گھنٹہ پرواز کرنیوالا اور دس منٹ میں ۳ ہزار فیٹ اوپر اڑ جانے والا آلہ عمدہ خیال کیا جاتا تھا لیکن زمانے کی رفتار دیکھو کہ اب اس رفتار کے آلات طیر محض ناکارہ سمجھے جاتے ہیں۔ ۱۹۱۸ء میں اس فن نے اتنی ترقی کر لی کہ ایک ہوائی جہاز مع دو مسافر، توپ، گولہ بارود اور کافی تیل کی مقدار کے سو میل فی گھنٹہ کے حساب سے پرواز کرنے لگا۔ اگر جہاز قدرے ہلکا ہو یا اس میں صرف ایک طیارچی بیٹھا ہو تو وہی جہاز ۱۳۰ میل سے ۱۵۰ میل فی گھنٹہ تک جا سکتا ہے اور ۵ منٹ میں ۱۰ ہزار فٹ اونچا پرواز کر سکتا ہے۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ اس فن میں اور کیا کیا ترقیاں ہونے والی ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک رسل و رسائل کا کام اس سے نہایت آسانی کے ساتھ انجام پذیر ہو سکیگا۔ اور ڈاک کے کام میں اس سے بہت آسانیاں بہم پہنچیں گی۔ انگلستان اور پیرس کے درمیان تو ہوائی ڈاک کا مستقلاً انتظام ہے فی زمانہ انگلستان سے ہندوستان جلد ہی ڈاک آتی ہے اگر ارتقائے تمدن کی رفتار یہی رہی اور ہماری زندگیوں نے وفا کی تو غالباً یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ ہزاروں میل کے خطوط ہمارے پاس ہر روزہ پہنچ جایا کریں گے۔

(شبیر مارہروی)

خاص جام شفا کے لئے

عشق اور ایمان ایک ہیں

(از مصور درد جناب مولانا مولوی حافظ محمد حسن صاحب اختر نعمانی نقشبندی)

عروس شب نے خمار مہتابی کا گھونگھٹ دور کیا۔۔۔ اور صبح کی سہیلی دامن خاور سے طشت زریں لے کر نکلی اور لامتناہی افق پر سونا برسانے لگی۔۔۔۔۔ کلیوں نے اپنی معصوم مسکراہٹ کے ساتھ فضا کو دیکھا اور کھل کھلا کر ہنس پڑیں۔۔۔۔۔۔ سرمایۂ عشق پر لالہ و نرگس میں عجیب بحث ہونے لگی۔۔۔۔۔۔ لالہ کا یہ فخر۔۔۔ میں داغدار ہوں ۔۔۔۔۔۔ نرگس کا یہ ناز۔ میں مجسم انتظار ہوں۔۔۔۔۔۔ لالہ کا دعویٰ۔۔۔۔ داغ مہر محبت ہے۔۔۔۔۔۔۔ نرگس کی دلیل۔۔۔۔۔۔ انتظار۔۔۔۔۔۔ کلید الفت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سنبل نے ان دونوں کو تیز نظروں سے گھورا اور پریشان ہو کر کہا۔۔۔۔۔۔۔ کمبخت کوچۂ محبت سے تم دونوں نابلد ہو۔۔۔۔۔۔ داغ۔۔۔۔۔۔ مہر محبت نہیں بن سکتا۔۔۔۔۔ اس لئے۔۔۔۔ کہ صرف یاس ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور انتظار کلید الفت۔۔۔۔۔۔ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔ اس لئے کہ محض امید ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں ہر وقت پریشان ہوں۔۔۔۔۔۔ مجھے ہر وقت وصل کی امید اور ہجر کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سر منزل عشق مقام کشاکش ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صرف یاس کبھی محبت نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کا دوسرا نام کاہل وجودی ہے۔۔۔۔۔۔۔ اور محض اُمید بھی عشق نہیں بن سکتی کیونکہ اُمید طمع ہے اور طمع کا دوسرا نام بوالہوسی ہے۔۔۔۔۔۔ پاک محبت اور معصوم عشق ایمان ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ اور ایمان کی یہ شان ہے۔۔۔

اَلایمانُ بین الخوفِ والرّجاء

شاہ ماء اللحم

یہ ماء اللحم ضعیف کو قوت جوانی دیتا ہے رنگ اور بشرے کو صاف کرتا ہے۔ تقویت باہ اور امساک منی میں بے نظیر ہے ترکیب استعمال۔ ناشتہ کے بعد ایک تولہ عرق پی لیا جائے پرہیز کسی قسم کا نہیں ہے اس کو وہ ہندو بھی استعمال کر سکتے ہیں جن کو گوشت سے پرہیز ہوں۔ گوشت یا گوشت کی چیزیں کھانے سے پرہیز رکھتے ہو۔ یہ عرق ہر قسم کے گوشت سے مبرا ہے قیمت فی بوتل ؎ علاوہ محصول ڈاک۔

عقیل دواخانہ۔ لمبی گلی ۴ پھاٹک حبش خاں دہلی

خاص جام شفا کے لئے

حسب اور نسب

(از جناب داروغہ منشی سید عابد علی صاحب پنشنر محکمہ پولیس شیرکوٹی)

ہر فرد بشر، ہر قبیلہ۔ ہر قوم۔ ہر ایک خاندان۔ اپنی شرافت۔ نجابت اپنے حسب و نسب اور اصالت اور اپنے آباؤ اجداد پہ فخر اور ناز کرتا چلا آتا ہے اور نسلیں اپنے بزرگوں کے ساتھ مشابہت اور مماثلت رکھتی چلی آتی ہیں۔ ہندی مثل ہے باپ پہ پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا۔ یہ مشابہت جسمانیات پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ افتاد مزاج عادات اور اطوار رفتار گفتار چال ڈھال تحریر تقریر علم لیاقت ظہور شجاعت وغیرہ وغیرہ باتوں میں پائی جاتی ہے ...... سوال یہ ہے کہ شرافت نسب کوئی چیز بھی ہے یا نہیں۔ دنیا کی تمام قومیں سواری کے جانوروں میں دودھ کے مویشیوں میں پرندوں میں۔ درندوں میں نسل اور اصالت کو تسلیم کرتی چلی آتی ہیں بلکہ پھل دار درختوں اچھے برے ہتھیاروں میں خواص امتیاز موجود ہیں۔

بھیڑ سے بکری گھوڑے سے گدھا بجنس ہے گائے آم سے جامن لیموں سے امرود سنترہ سے آڑو پیدا نہیں ہوتا ہر چیز میں جب نسلی امتیاز موجود ہے تو انسان میں جو اشرف المخلوقات ہے نسلی امتیاز اور وقعت کیوں نہ ہو..... خاندان اور قوموں کی عمارت عصبیت کی بنیاد پر تعمیر ہوتی ہے عصبیت کے یہ معنی ہیں جملہ خاندان ایک ہی نسل سے ہوں اور اُس میں وہی خون موجود ہو بانی نسل کا تھا۔ عصبیت والوں میں جملہ امور میں اتفاق اور اجماع توفیق ربانی اور تائید الٰہی پر منحصر ہے عصبیت ہی ایسی چیز ہے جو خاندانوں اور قوم میں غیرت اور حمیت کی روح پھونکتی ہے اور افراد قوم کو آپس میں ایک کو دوسرے کی امداد اور نصرت کے لئے آمادہ کرتی ہے اور یہ جذبہ حمیت غیرت۔ ہمدردی۔ وفاداری یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ ایک دوسرے کے واسطے

جان دینے کو معمولی بات سمجھنے لگتا ہے۔

قوموں اور خاندانوں میں استعمال استحقاق کے لئے کشاکشی اور ہمارہی ہوتی رہتی ہے اور جدال وقتال مار دھاڑ وغیرہ تک نوبت پہونچتی ہے لیکن غالب اور منصور وہی ہوتا ہے جو صاحب عصبیت ہوتا ہے بس ثابت ہوا نسلیں بلا عصبیت کے زندہ نہیں رہ سکتیں اور جب عصبیت یا نسل کی حفاظت نہ ہوگی اور غیر خون کی آمیزش ہوجاوے گی تو عصبیت کو زوال آجاویگا۔ اور قوم اور خاندان کی نسل اور عصبیت بگڑ جاوے گی۔ اور وہ پارہ پارہ ہوجاوے گی. شرافت نسب کا ماخذ اور ماحصل یہ ہے

گویا ہم ان اوصاف کی قدر کرتے ہیں جو بانی نسب اور عصبت میں تھیں پس یہ وہی موروثی اثاثہ ہے جو ہر فرد خاندان اور قوم کو اپنے بزرگوں سے ملتا چلا آتا ہے۔

یہ بھی سچ ہے تعلیم سے۔ تربیت سے۔ بری صحبت سے آدمی کے مزاج اور عادات پر اثر پڑتا ہے اور اچھوں کی اولاد بری اور بروں کی اولاد اچھی نکلتی ہے اور وہ نسل اور عصبت کی پرواہ نہیں کرتے جس طرح ہر درخت پیوندی لگانے سے پیوندی اور ہر جانور اور پرند دوسری نسل میں میل کھانے سے دوغلا ہوجاتا ہے اسی طرح یہ بھی دوغلے ہوجاتے ہیں اور اصالت اپنا رنگ دکھلائے بدون نہیں رہتی۔ با اصل بد از خطا خطا نکند۔

خاص جام شفا کے لئے

حسن صفا

(از جناب مقصود الحسن صاحب فلک نعمانی اختری دہلوی)

چل اماں ڈھونڈیں رسولِ پاک کے سائے تلے
اک دنیا ہے شہِ لولاک کے سائے تلے

میکدہ جنت ہے تم ساقی ہو ہم سب بادہ خوار
اور یہ سب ذات خدائے پاک کے سائے تلے

آ خیالِ عشقِ احمد تجھ سے کچھ تسکین دوں
روح مضطر ہے دلِ صد چاک کے سائے تلے

خاک کے پتلے ہیں ہم ہے خاک ہی بہتر ہمیں
خاک ہی بستر ہے اپنا خاک کے سائے تلے

کفر ہو الحاد ہو اشراک ہو یا معصیت
کانپتے ہیں سب تمہاری دھاک کے سائے تلے

آیا جب بے سایہ ذات مقدس کا خیال
حسرتیں لوٹیں دلِ غمناک کے سائے تلے

ان کی! ذاتِ مقدس کا ہے سایہ اے فلک
ورنہ سایہ ہی نہیں افلاک کے سائے تلے

آپ

خاص جام شفا کے لئے۔

محبت یا جذبہ

(از جناب سعید احمد صاحب بی اے عربک کالج دھلی)

اعجاز اور رضیہ ایک ہی محلے میں رہتے تھے۔ اعجاز اپنے والدین کے اکلوتہ لڑکا تھا۔ اس لئے وہ بچپن ہی سے رضیہ کے گھر جاکر کھیلتا تھا۔ رضیہ ان سے خاص طور پر مانوس تھی۔ اس طرح بچپن کا زمانہ ختم ہو رہا تھا اور اپنے ساتھ ہی بچپن کی شوخیاں بھی لیجا رہا تھا۔ اعجاز اب کالج میں داخل ہوگیا تھا اور رضیہ بھی ساتویں جماعت میں ترقی کرگئی تھی اب شوخی کی جگہ متانت اور کھیل کی جگہ تعلیم لے رہی تھی اعجاز اب بھی رضیہ کے گھر آتا تھا۔ کھیلنے کے لئے نہیں بلکہ اُسے تعلیم میں مدد دینے کے واسطے دن گذر رہے تھے اور اعجاز و رضیہ میں محبت۔ رضیہ کے نازک اور باریک ہونٹ۔ اس کی نیلگوں اور بڑی شرم گیں آنکھیں۔ اس کے گلابی اور گورے رخسار۔ اس کا پیارا خوشنما اور بے عیب بیضوی چہرہ کسی انسان کا دل موہ لینے کے لئے کافی تھا۔ اس کی صورت سے دوشیزگی کا بھولا پن اور بے باکانہ لڑکپن نمایاں تھا۔ اعجاز بھی حسن مردانہ میں کچھ کم نہ تھا اگر اعجاز رضیہ سے محبت کرتا تھا۔ تو رضیہ بھی اس سے بالکل محفوظ نہ تھی۔ دونوں جواں تھے۔ دلوں میں امنگیں اور امنگوں میں خوشیاں تھیں۔ محبت اپنا اثر دکھانے لگی اب رضیہ اعجاز سے کھچی کھچی رہتی تھی۔ لیکن وہ اعجاز میں ایک کشش محسوس کرنے لگی تھی اگر کسی دن اعجاز کو دیر ہوجاتی۔ تو وہ منتظر رہتی تھی۔ لیکن اس کے آجانے پر الگ الگ۔

اعجاز بی اے پاس کرچکا تھا اور رضیہ نے میٹرک میں کامیابی حاصل کرلی تھی۔ اب اعجاز کی شادی کا مسئلہ درپیش تھا۔ اس کے والد کی منشا اپنی بھتیجی سلطانہ سے تھی۔ لیکن وہ اس معاملے میں اعجاز پر کسی قسم کا دباؤ ڈالنا پسند نہ کرتے تھے۔ اعجاز کو خود خبر نہ تھی کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اس کے لئے رضیہ کے علاوہ کسی سے شادی کرنا محال تھا۔ لیکن وہ والد کی منشا کے خلاف بھی نہ جا سکتا تھا۔ آخر اس نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے ہم جماعت مسٹر آفتاب کے ذریعے والد کو اپنے خیالات سے مطلع کردیگا۔

دوسرے دن اعجاز آفتاب کے گھر گئے۔ آفتاب گھر پر ہی تھے۔ یہ بھی بیٹھک میں چلے گئے۔ آفتاب اعجاز اور رضیہ کے قصہ کو جانتے تھے۔ لیکن انہوں نے مذاقاً اعجاز سے پوچھا۔

آخر کب تک کی تاریخ ٹھیری کچھ ہمیں بھی تو پتہ ہو۔

اعجاز :- مجھے معاف رکھئے۔ نہ مجھے پتہ ہے۔ نہ پتے کی ضرورت۔

آفتاب :- ہیں یہ کیوں آخر کچھ سودائی ہوئے ہو۔

اعجاز :- آپ حقیقت کو قصہ ہی سمجھتے رہے۔ آخر میں کس طرح رضیہ کے علاوہ اور کسی سے . . . . . .

آفتاب۔ او ہو۔ اعجاز۔ آخر ان سے شادی کرنیکی وجہ تو کچھ ہونی چاہیئے۔

اعجاز۔ یہی کہ مجھے اس سے محبت ہے۔

آفتاب۔ محبت محبت! نفسانی خواہشات کے پورا کرنیکا نام کیا آپ نے محبت رکھا ہے۔

اعجاز۔ نہیں، آفتاب۔ ایسا نہیں ہے۔ حقیقی محبت کچھ اور شے ہوتی ہے۔

آفتاب۔ حقیقی محبت! لیکن مسٹر اعجاز اگر آپ برا نہ مانیں۔ تو کیا میں کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ کہ آپ محبت کو کیوں اس طرح بدنام کر رہے ہیں۔ کیا دنیا کی اور کوئی چیز محبت کے قابل نہیں۔ ملک۔ مذہب۔ قوم۔ بنی انسان مناظر قدرت کیا یہ سب محبت کے دائرے سے باہر ہیں کیا محبت فقط جنس مخالف ([illegible] sex [illegible]) سے ہی ہو سکتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ مجھے حقیقی محبت ہے لیکن محبت اور شادی جداگانہ ہے۔ آپ کے دل میں محبت نہیں، جذبہ ہے۔ جوش ہے۔ مسرت ہے۔ کیا یہ محبت ابدی و دائمی ہے۔ آپ کو رضیہ سے محبت نہیں بلکہ آپ اس کے حسن پر فریفتہ ہیں۔ اس کی سیاہ آنکھیں آپ کو اشارہ کرتی۔ اس کے نازک ہونٹ آپ کو بلاتے ہیں اسکے خوبصورت چہرہ میں آپ کے لئے کشش ہے اس کا جوش جوانی آپکا مرکز ہے۔ آپ کے دل میں جوانی کی امنگیں موجیں مار رہی ہیں۔ عیش پرستی کی لذتیں آپ کو ستا رہی ہیں۔ اُدھر بھی عشق کے ولولوں نے بے چینیاں پیدا کر رکھی ہیں۔ جوانی کی آگ سلگ رہی ہے۔ غرض یہ محبت کی دلچسپیاں نہیں بلکہ شباب کی امنگیں ہیں۔ کیا آپ اسے ہی محبت کہتے ہیں۔

اعجاز۔ نہیں۔ میرا یہ خیال نہیں۔ مانا کہ محبت اور چیزوں سے بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن عورت کی محبت نہ صرف ایک دولت ہے۔ بلکہ ایک ایسی نعمت۔ اور یہ افسون چیز ہے۔ جس کی نہ صرف رنگینی بلکہ زبردست قوت کا احساس ہی آدمی کو کچھ سے کچھ بنا دیتا ہے وہ زندگی کیا کہ جس کے شباب میں کوچہ کسی کا دل کے لئے آستاں نہ ہو۔

آفتاب۔ لیکن جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں، آخر محبت اور شادی میں کیا نسبت۔ یہ دونوں تو متضاد چیزیں ہیں۔ شادی ہماری نفسانی خواہشات پوری کرنے کی ایک ترکیب ہے۔ لیکن محبت ایک وہ سچا جذبہ ہے۔ جس کا تعلق فقط روح سے ہے۔ محبت عہد شباب کا وہ شیریں خواب نہیں۔ جو منت کش تعبیر ہو۔ خواب جس کی لذت تمام عمر دل سے محو نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ روح کے لئے قوت ہے مسرت ہے۔ لذت ہے۔ جس کا تعلق بدن سے نہیں ہے۔

اعجاز۔ لیکن شادی نفسی خواہشات کی وجہ سے نہیں، بلکہ محبت کی بنا پر بھی ہو سکتی ہے۔

آفتاب۔ نہیں۔ میں ابھی اس کی تردید کر چکا ہوں۔ یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ شادی محبت کی وجہ سے ہو۔ لیکن شادی کا کرنا ہی محبت کا خاتمہ کرنا ہے۔

اعجاز۔ تو آپکا یہ مطلب ہے کہ جس سے محبت ہو اس سے شادی نہیں کرنی چاہیئے۔

آفتاب۔ ہاں۔ شاید۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے شادی ہو ہی نہیں سکتی۔ شادی میں محبت کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ شادی تو فقط ایک جوش ایک جذبہ کے ٹھنڈا کرنے کے لئے ہے۔ دو دلوں میں ایک جذبہ ہوتا ہے۔ ایک کشش ہوتی ہے۔ اور اس طرح ایک دوسرے کی طرف کھچتا ہے۔ لیکن بعد میں ساتھ رہتے رہتے ایک

انسیت پیدا ہوجاتی ہے۔ جسے ہرگز محبت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ انسیت شادی ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے اور کسی نہ کسی صورت میں آخر تک قائم رہتی ہے۔ پہلے جذبہ تھا۔ اب انسیت ہوگئی۔ نہ محبت پہلے تھی۔ نہ اب بعد میں

اعجاز۔ تو کیا آپ کا یہ منشا ہے۔ کہ پہلے شادی کرلینی چاہیئے۔ اور بعد میں آپ ہی انسیت ہوجائے گی۔ حالانکہ آپ اس خیال کے مخالف معلوم ہوتے تھے۔

آفتاب۔ نہیں میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ شادی اندھا دھند کرلینی چاہیئے۔ بلکہ شادی سے پہلے دونوں کو اس بات کا پورا موقع دیا جائے کہ وہ ایک دوسرے کی عادات کو پہچانیں۔ اور ان میں اختلاف ہونے کی صورت میں انہیں ایک ڈھلنے میں ڈھلنے کی کوشش کریں۔ لیکن بڑی خرابی یہ ہے۔ (اور جیسا کہ اس وقت آپ کے معاملے میں ہے) کہ لڑکا اور لڑکی عادات کی طرف سے توجہ ہٹا کر جذبات کے مترجم بن جاتے ہیں) اور اس وقتی جذبے کو محبت کا نام دیدیتے ہیں لیکن اس جذبے کے ختم ہونے پر انہیں معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ انہوں نے کس قدر دھوکا کھایا تھا۔ جب تک دور کی ملاقات رہتی ہے۔ اس وقت تو صدقہ قربان سب کچھ ہوا کرتے ہیں۔ اور زبانی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت جان فدا کرنے کو موجود ہیں مگر جہاں ان کا مطلب نکلا۔ اور وہ غرض پوری ہوگئی۔ پھر جیسے کچھ تھا ہی نہیں وہ ساری محبت تشریف لیجاتی ہے۔ اور جان دینے کی عوض ہر گھڑی جان لینے پر آمادہ ہیں۔

اعجاز۔ یقیناً عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن ہر قاعدے سے کچھ مستثنیات بھی ہوتی ہیں۔ اور پھر آپ ہی بتائیے کہ وعدے سے کس طرح پھرا جائے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ میں رضیہ کو کسی اور کے پہلوں میں دیکھ سکوں۔ اس کی فقط ایک صورت ہوسکتی ہے کہ میں اور رضیہ تمام عمر ایک دوسرے کی یاد (محبت) میں اس طرح گذار دیں۔ لیکن یہ بھی ممکن نہیں ہوسکتا۔ آفتاب حقیقت یہ ہے کہ اس نے مجھے باندھ رکھا ہے۔ محبت کے کچے دھاگے میں میں اس کا غلام ہوں۔

آفتاب۔ آخر شادی آپ کی محبت میں کس طرح مانع ہوسکتی ہے آپ سلطانہ سے شادی کیجئے۔ اور رضیہ کی بھی کہیں شادی ہوجائے گی۔ اور فقط اس وقت آپ رضیہ سے محبت اور سچی محبت کرسکیں گے۔ آپ کہہ رہے تھے کہ مجھے رضیہ سے سچی محبت ہے۔ پھر یہ پہلو کا کیا ذکر جو مزا ہجر میں آتا ہے۔ وہ وصال میں کہاں۔ ؎

دشت نوردی ہی معراج تمنا ہے
ملنا نہ کبھی مجھ کو اے کوچہ جانانان

اعجاز نے آفتاب کا ایک ایک لفظ بغور سنا۔ وہ سوچتا تھا کہ آفتاب کہاں تک صحیح ہے لیکن وہ جذبات سے اندھا ہو رہا تھا۔ وہ کسی طرح یہ منظور کرسکتا تھا۔ کہ رضیہ سے شادی نہ کرے۔ وہ آفتاب کے مطلب کو سمجھ گیا تھا۔ لیکن وہ اس سے متفق نہ تھا۔ کہ شادی کے بعد محبت قائم نہیں رہتی (اگر وہ شادی سے پہلے پیدا ہوسکتی ہے!) کبھی وہ سوچتا تھا کہ کل حالات وخیالات رضیہ سے کہدے لیکن اس کی ہمت نہ تھی۔ کہ وہ ایسا قدم اٹھائے۔ آخر جذبات نے فتح پائی۔ اور اُس نے والدہ سے کہدیا کہ وہ رضیہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ نہ کہ سلطانہ سے۔

اعجاز اور رضیہ کی شادی کو ایک سال ہو چکا تھا دونوں کی زندگی نہایت عیش و آرام اور ہنسی خوشی گذر رہی تھی۔ لیکن اب ان کی عادتوں کا فرق ظاہر ہونا شروع ہو گیا تھا۔ جذبات ٹھنڈے پڑ گئے تھے جوانی کی امنگیں ختم ہو رہی تھیں۔ رضیہ میں اعجاز کے واسطے اب وہ کشش نہ رہی تھی۔ جو پہلے تھی۔ رضیہ محسوس کرنے لگی تھی کہ اب اعجاز کی محبت میں وہ سرگرمی نہ رہی تھی۔ پہلے وہ توجہ کی مرکز تھی۔ لیکن اب اس سے بے توجہی برتی جانے لگی تھی۔ شروع شروع میں معمولی اختلافات ظاہر ہونے شروع ہوتے۔ لیکن اب یہ اختلافات ترقی کر گئے تھے۔ اعجاز کو آفتاب کے وہ الفاظ "جہاں تک مطلب نکلا ہو غرض پوری ہو گئی۔ پھر جیسے کچھ تھا ہی نہیں" کبھی کبھی یاد آجاتے۔ لیکن اس کے خیال میں یہ الفاظ رضیہ کے حسب الحال تھے۔ اسے یہ گمان بھی نہ تھا کہ یہ الفاظ اس پر صادق آسکتے ہیں۔ آخر اختلافات پوری حد تک بڑھ گئے۔ اور رضیہ کو مجبوراً اپنے گھر جانا پڑا اعجاز کی دلی خواہش پوری ہو گئی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ رضیہ اس کا پیچھا چھوڑ دے وہ اس سے مطمئن ہو گیا تھا۔ اب وہ اکیلا تھا اس کا عزیز ترین دوست آفتاب بھی اس سے زیادہ التفات سے پیش نہ آتا تھا۔ وہ اس پر ناراض نہ تھا کہ اعجاز نے رضیہ سے شادی کیوں کی۔ لیکن اس کے نتیجے نے اسے ایک زبردست رنج پہنچایا تھا۔ اسے اعجاز سے ایک وحشت ہو گئی تھی۔

اعجاز کچھ دنوں اکیلا رہا۔ وہ اس زندگی کو نعمت سمجھتا تھا۔ لیکن اسے جلد ہو گیا۔ کہ رضیہ کے خیال نے اسکے دل و دماغ پر قبضہ پا لیا ہے۔ وہ رضیہ سے ناراض تھا متنفر نہیں۔ وہ اسے خوشامد کر کے نہ لانا چاہتا تھا لیکن اس کے بغیر اسے چین بھی نہ تھا۔ اُسے ہر وقت رضیہ ہی کا خیال تھا۔ ادھر رضیہ بھی عجب کشمکش و پیچ میں تھی۔ وہ چلی آئی تھی لیکن اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس طرح زندگی نہیں کٹ سکے گی۔ اب وہ جوانی کے ولولے ختم ہو گئے تھے اور ان کی جگہ محبت نے لے لی تھی۔ وہ اعجاز کے پاس کس طرح جا سکتی ہے۔ یہ خیال تھا جو اسے ہر وقت پریشان رکھتا تھا۔

اعجاز اور رضیہ کی شادی کو دو سال ہو گئے تھے۔ آفتاب اور یہ دونوں کمرے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ آفتاب نے کہا محبت حسن ہے۔ پھول۔ خوشبو۔ نزاکت۔ لطافت رنگینی۔ رعنائی۔

اعجاز۔ لیکن محبت موت کی طرح انسانی قالب کی ماہیت تبدیل کر دینے والی چیز ہے۔

رضیہ۔ مگر محبت کے ساتھ مسرت اور رنج ضروری ہیں۔

اعجاز۔ نہیں محبت نہیں اُسے اُنسیت کہو۔

آفتاب۔ مسکرا دیتا ہے۔ اعجاز کچھ سوچنے لگتا ہے۔

خاص جام شفا کے لئے

سچی خوشی

(از جناب لیاقت حسین صاحب ہاشمی سندیلوی)

امید ... کی خوبصورت بیٹی خوشی۔ دنیا کا ہر متنفس جتنا تیرا خواہاں ہے اتنا ہی تجھکو گریزاں آخر اس کا سبب؟ مثل مشہور ہے۔ ڈھونڈنے سے خدا بھی مل جاتا ہے۔ اس لئے اسے سچی خوشی کی دیوی میں تیرا بھکاری ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ تو کبھی نہ کبھی میرے گوشہ امن سے ضرور ٹکرائیگی۔ کیونکہ تو ہمیشہ اپنے دیوانوں کو شاد وشاد کام بنانیکی عادی رہی ہے .... آج میں تجھے ڈھونڈھتا ہوں اور تجھ سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ تجھے پاکر ایک سربستہ راز کا انکشاف کر سکوں .... کیا ایک ظالم اور جابر بادشاہ کا خوشی پر قبضہ ہے! ....

نہیں کبھی نہیں۔ وہ تو نت نئے ظلم کرکے رعایا کی آہ سوزاں کا شکار ہوتا رہتا ہے جس سے وہ چین کی نیند نہیں سو سکتا اُسے سچی خوشی سے کیا نسبت، برخلاف اس کے ایک رحمدل انصاف پسند اور رعایا پرور بادشاہ اپنے دن بھر کے فرائض ادا کرنے کے بعد رات کو اطمینان کی نیند ضرور سوتا ہے۔ مگر اس کو بھی تیرا خوشگوار چہرہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ بقول شاعر۔

"جن کے رتبے ہیں سوا
ان کو سوا ملتا ہے"

مناسب نہوگا کہ اس موقعہ پر شہر بلخ کے بادشاہ حضرت ابراہیم بلخی کا واقعہ ضمناً دہرایا جائے۔ یہ وہ ہیں۔ جنہوں محض سچی خوشی کی امید میں فقیری کو بادشاہت پر ترجیح دی۔

چنانچہ ایک روز اتفاقاً ان کا لڑکا جو بجائے ان کے بادشاہ تھا۔ شکار کھیلتا ہوا اس طرف آ نکلا جہاں ابراہیم بلخی سچی خوشی حاصل کرنے کی غرض سے معتکف تھے۔ لڑکے نے باپ سے دریافت حال کیا

ابراہیم بلخی نے فرمایا۔ الحمد للہ جس چیز کی تلاش تھی وہ مل گئی۔

ہر وقت وصل یار سے سرشار رہتا ہوں۔ سچ ہے جو فنافی المولیٰ ہے وہ ہر نعمت و دولت کا حاکم اور سرمایہ دار ہے۔

مگر اسے سچی خوشی میں تو دنیا کے جھگڑوں میں رہکر تجھے حاصل کرنے کا خواہشمند ہوں۔ زہے نصیب ہیں عاشق کے جس کو وصل یار نصیب ہو۔ مگر کیا اس نے سچی خوشی کو پا لیا! نہیں کبھی نہیں۔ اس خوشی میں فرقت کا بھیانک خیال سامنے آکر اس کو اس نعمت عظمیٰ سے محروم کر دیتا ہے۔ ہونہار طالبعلم اپنا کام ختم کرکے امتحان دیتا ہے۔ پھر نتیجہ کے واسطے پریشان رہتا ہے نتیجہ اگر خوشگوار نکلا تو خوشی ہوتی ہے مگر سچی نہیں بلکہ فوراً ہی آئندہ کا خیال آکر اس عارضی مسرت پہ پانی پھیر دیتا ہے۔ غریب کسان نیند کو قربان کرکے آدہی رات سے ہل لے کر کھیت پہ پہنچ جاتا ہے۔ کھیت کو جوت کر بیج ڈالکر سینچنے کی پریشانی میں سرگرداں ہوتا ہے اس کے بعد آفات ارضی و سماوی سے ہراساں رہتا ہے اگر فصل اچھی ہوتی ہے تو خوشی خوشی کاٹکر کھلیان اکھٹا کرکے غلہ گھر میں لاتا ہے مگر لگان اور قرض کی ادائیگی اسے بدستور فکرمند بنائے رکھتی ہے حتیٰ کہ اس روگ میں پھر مبتلا ہوکر سچی خوشی سے محروم رہجاتا ہے۔ ایک کامیاب ایکٹر پردۂ سیمین پر اپنے پارٹ کو کامیاب دیکھکر خوش ہوتا ہے مگر دوسرے پارٹ کی کامیابی میں محو ہوکر فکرمند ہوجاتا ہے ایک کامیاب مگر مکار رہبر قوم ظاہراً خوش ضرور ہوتا ہے مگر باطن میں ہر وقت اپنے مکاری کے جال میں الجھا رہتا ہے۔

خاص جام شفا کے لئے۔

"چاندنی راتیں"

سیدہ آبرو کے مظفر صلیبہ" (ہمشیرہ رفیق صاحب رضوی) ماہمن کلاں ضلع بلند شہر

سقفِ نیلی فام پر مہتاب ہے جلوہ فگن
جس کی نورانی شعاعوں سے منور ہے چمن

ہر در و دیوار پر ہے کار فرما روشنی
اک جہاں پر نور پاشی کر رہی ہے چاندنی

ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی سے گن فکاں معمور ہے
جگمگاہٹ میں ہر اک ذرہ جوابِ طور ہے

چاند کی رنگیں شعاعیں ہیں کنارِ آبِ جو
آبِ سیمیں پر طلائی روشنی ہے چار سو

ماہ کی زرّیں شعاعوں کا انوکھا ہے سنگھار
قدسیوں کا سا تبسم، موجِ کوثر کا نکھار

وہ سکوتِ نیم شب، کرنوں کی وہ ٹھنڈی پھوار
ہلکی ہلکی چاندنی سے ہے درخشاں مرغزار

چاندنی ہے پُر سکوں خاموش ہے سازِ حیات
ہے ردائے خواب میں ملفوف ساری کائنات

غور فطرت کر رہی ہے انتظام دہر پر
کھو گئی ہے ایک سناٹے میں نبضِ شور و شر

شاخچوں سے چھن رہی ہے یوں شعاعِ ماہتاب
جیسے دوشیزہ کے آنچل سے برستا ہو شباب

دل کی گہرائی کو نوکِ درد پھر چھونے لگی
یاد آتی ہے تمہارے ساتھ کھیلی زندگی

ہائے وہ معصوم راتیں ہائے وہ معصوم دن
وہ تمہاری سادہ فطرت وہ میرا آزاد سن

رفتہ رفتہ پھر وہ مہتابِ محبت کا طلوع
وہ کشش وہ جزر و مد بحرِ تمنا میں شروع

بھیگی بھیگی چاندنی میں پھر وہ پیمانِ وفا
وہ جہانِ عاشقی میں زندگی کی ابتدا

وہ زمانہ کی خلش وہ دفعتہً افشائے راز
جس طرح مہتاب کی پھیلی ہوئی کرنوں کا ساز

ایک عرصہ بعد بھی باتیں ہیں گویا آج کی
نیچی نیچی وہ نگاہیں وہ تمہاری بے رُخی

بھولنے کی کوششوں میں یاد کیوں آتے ہو تم؟
آج شاید میری بربادی پہ پچھتاتے ہو تم؟

افسانہ

انتظارِ دید

(از حکیم مولوی مصطفےٰ حسن فاضل دھلوی)

بیقراری

کس قدر طولانی اور تکلیف دہ وہ ساعتیں ہوجاتی ہیں جبکہ ٹرین کے مقررشدہ وقت کے علاوہ کچھ عرصہ ٹرین کے لیٹ ہوجانے پر اس کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔

ایک ماہ سے قبل ہی یہ معلوم ہوچکا ہے کہ ۱۱ مئی جمعہ کے روز کو وہ اپنے امتحان سے فارغ ہوکر اپنے وطن میں آنیوالا ہے۔ اس کا انتظار جو ایک سال سے اپنے وطن اور اقربا کو خیرباد کہکر پردیس میں تعلیم حاصل کررہا ہو۔ اسے کیا معلوم کہ اس کے انتظار میں کسی کا کیا حال ہے اس پر کیا گذر رہی ہے وہ کس طرح اپنی انتظار کی گھڑیاں طے کررہا ہے۔

آج مئی کی ۶ تاریخ ہے ایک ایک ساعت ایک سال معلوم ہورہی ہے انتظار بھی بُری بلا ہے اور انتظار بھی اُس کا۔ جو یہ وعدہ کرگیا ہو کہ میں تمہاری محبت کو ہرگز فراموش نہ کروں گی۔ . . . .

جس کی یاد میں فرقت کی راتیں انتہائی مصیبتیں برداشت کرکے بسر کی ہوں . . . . جس کی فرقت دل بے چین کئے دیتی ہو . . . . جس کے رنگین اور نازک لبوں کی رنگت گلوں میں لہراتی ہو . . . . . .
جس کی ہر کافر انگڑائی میخانے برسانے والی ہو . . . .
جس کے عکسِ رخ سے گلوں میں رعنائی ہو . . . . .
جس سے باغِ فطرت میں رنگ و بو کی مستی ہو . . . .
اس کا صبر آزما انتظار . . . .
. . . . . ذائقۂ موت سے فزوں تر لطف دے رہا ہے . . . .

انوار کی بیقراری حد سے زائد تجاوز کرچکی ہے دیوانہ وار ہر ایک شخص سے دو چار مرتبہ دریافت کرلیتا ہے جمعہ کا دن ۱۱ تاریخ آج تو نہیں ہے!"

وہ اپنے دوست شاکر سے آکر مشورہ کرتا ہے کہ بھائی شاکر ہم کو اسٹیشن پر جانا چاہیئے . . . . . یا نہیں۔

شاکر: بظاہر تو مجھے کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا"

انور: اگر اُن کے گھر والے بھی انہیں لینے کو آئے تو پھر" . . . . . .

شاکر" مگر تم سے انہیں کیا مطلب؟"

انور" مجھہ کو دیکھ کر وہ کچھہ دل میں خیال نہ کریں"

شاکر" تو وہ تم سے کیا یہ کہیں گے کہ تم اسٹیشن پر کیوں آئے۔

انور" نہیں یہ تو نہیں . . . . مگر میری موجودگی سے ان کے دل میں شاید کچھہ شبہ ہو"

شاکر" تو پھر تمکو اسٹیشن پہ نہ جانا چاہیئے"

انور خاموش ہو کر سکتے سے میں آگیا اور اپنے دوست شاکر کا منہ تکنے لگا۔

اس کے خرمنِ جذبات پر بجلی گر پڑی . . . . .
اس کے چہرہ پر ناامیدی و مایوسی کے آثار ہویدا ہونے لگے . . . . . وہ کچھ کھو سا گیا اور . . . . رونے لگا آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گراتے ہوئے کہنے لگا ہائے انتظار بھی بری بلا ہے ایک عرصہ سے انتظار کرتے کرتے میں خود مجسم انتظار بن گیا۔ شاکر نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ عزیز دوست نہ گھبرائیے میں اسٹیشن پر جا کر خود معلوم کر لوں گا کہ گاڑی اسٹیشن پر کس وقت پہونچتی ہے۔

انور حالت بے خودی میں اضطراب کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اوپر کو اٹھا دیئے اس کی اشکوں کے طوفان میں مستغرق آنکھیں چھت سے ہمہ وش ہو کر ساکت رہ گئیں۔ اس کے لب بے حس ہو گئے اس کی ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں اور اُمڈے ہوئے آنسوؤں نے رخساروں پر دو لکیریں بہا کر گردن سینہ اور بالآخر اس کے دامن قمیص تک کو سیراب کر دیا۔ وہ عالم مدہوشی میں نئے تخیلات کی سیر کرنے لگا . . . . میری روح ایک غیر معلوم فرد کسی کی تلاش و تجسس میں سرگرداں و آوارہ ہے . . . .

میرے اوپر ہر وقت اک انتظار کی کیفیت طاری ہے۔ میں غیر شعوری طور پر ہر لمحہ و ہر ساعت اس تیقن میں ہوں . . . . کہ وہ کوئی آئیگا . . . . اور انتظار کی کلفت و کسل کو آنِ واحد میں معدوم کر دیگا . . . . .
اتنا عرصہ اسی حالت میں گذر گیا مگر میری تمنا ممنون کامران نہ ہوئی۔ اب میں اس آخری نقطہ پر پہنچ گیا ہوں جہاں سے ایک سخت دل شکن صدمے کے بعد ناامیدی کی ظلمت کا حدود شروع ہوتی ہیں . . . . . . آہ . . . . کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اس آرزومند کی افراط انبساط اور فراوانئ ارتیاح کا جو ایسی حالت میں کہ اس کی اُمید عالم سکرات اور اس کی اس حالت نزع میں ہو۔ کیا اچانک میں کامراں و بامراد ہو جاؤں گا ! . . . . . . کیا میں انہیں دیکھوں گا ! . . . . . . کیا میری روح ایک مسرور چیخ کے ساتھ پہچان لے گی ! . . . .
آہ . . . .

شاکر۔ انور تم نے اپنی حالت کو اس طرح کیوں بنا لیا۔ دیکھو۔ مجھے تمہاری حالت دیکھکر رونا آتا ہے۔

انور۔ چونک کر۔ بھائی شاکر میرے قالب و تحسر کی انتہا اب مشکل ہے مجھ کو میری حالت پر چھوڑ دو۔ جبکہ کسی نے میری مضطربانہ حالت کو دیکھا۔ اور میری التجاؤں کو ٹھکرا دیا . . . . میری گریہ زاری کی کوئی پرواہ نہ کی اور نہایت سنگدلی اور بے اعتنائی کے ساتھ یہ کہکر کہ "خدا حافظ پھر ملیں گے اگر خدا لایا" مجھے تڑپتا چھوڑ کر چلدیئے . . . . . . آہ . . . . اب میں ستم رسیدہ اور پامالِ حسرت ہوں اور میرا خون شدہ دل، میری مقتول مظلوم آرزوئیں اور تمنائیں۔ اس سے تو بہتر ہوتا . . . . کہ وہ ملتے ہی نہیں . . . . تاکہ وہ بیم و رجا کی لطیف خلشیں تو مجھ سے نہ چھن جاتیں۔ وہ سعی لاحاصل کی لذتیں تو خاک میں نہ ملتیں . . . .
آہ یہ کرب مستقبل، یہ اذیت سقیم، بھائی شاکر کسی کی ستم کوشی کی قسم قطعاً ناقابل برداشت ہے۔ اس وقت تو صرف یہ غم دامنگیر رہتا کہ وہ نہیں ملے . . . . .
مگر آہ . . . . اب یہ حقیقت کاہش جان ہے کہ وہ مل کر پھر نہیں ملے ! . . . . آہ۔ وہ کیا ہیں

میں کیا بتاؤں .... اُن کی بھینی، سبک اور مست آواز ایسی پیاری تھی گویا ہلکی ہلکی بوندوں کی پھوار پڑ رہی ہے۔ اُن کی وہ ادائے معصوم۔ سینہ کا بار بار اُبھرنا یہ معلوم ہوتا تھا کہ بہار اس کے مجسمہ نازک میں انگڑائی لے رہی ہے۔ آہ وہ ساعت مجھے یاد ہے کہ ...... جب وہ میرے سامنے کھڑی تھیں۔ اور عارض روشن سے نقاب اُٹھا کر مسکرا رہی تھیں۔ دن رخصت ہو رہا تھا آفتاب کی زرد اور معصوم شعاعیں سطح آب پہ گر کر ہم آغوش ہو رہی تھیں .... وہ میرے سامنے موجود تھیں اور ان کا بار بار یہ کہنا مجھے یاد ہے .... کہ بتلا تیری آرزو کیا ہے .... میں آج رات کو اپنے کالج لکھنؤ میں اپنی تعطیلات ختم کر کے جا رہی ہوں۔ یہ سنتے ہی میرے دل پر اضطراب کی بجلی کوند گئی .... دست و پا کپکپانے لگے۔ طاقت گفتار سلب ہو چکی تھی۔ آنکھوں سے اشک رواں ہو رہے تھے اور نظریں اُن کے گلابی رخساروں پہ جم کر رہ گئی تھیں میرے ہاتھ وفور جوش سے بے اختیارانہ ان کے گلوئے نازنین میں حائل ہوا چاہتے تھے ..... بالآخر میں جھکا اور اُن کے نازک اور رنگین پاؤں پر اپنا سر رکھدیا وہ گھبرا کر الگ ہٹ گئی۔ اور اپنے نازک اور سبک ہاتھوں سے میرے سر کو اٹھایا .... ہائے اس وقت کوئی دیکھتا کہ اُن کے تبسم میں کتنی بجلیاں تھیں، جو تڑپ رہی تھیں۔ اب مضطربانہ انداز سے بار بار دونوں کی نگاہیں ایک دوسرے پہ پڑ رہی تھیں اب پہلا خیال جو عابدہ کے دماغ میں آیا یہ تھا کہ، مجھکو رات کی ٹرین سے لکھنؤ جانا ہے کیونکہ پرسوں کالج ضرور جانا ہے۔ کہیں دیر نہ ہو جائے اس خیال سے خوفزدہ ہو کر، یہ چونکی، اور مضطربانہ انداز سے مجھ سے کہنے لگی ہم کو اب رخصت دیجئے کیونکہ شام ہو چکی ہے۔ اب جا کر ہمیں اپنا سامان سفر کرنا ہے۔ پھر ملیں گے اگر خدا لایا ...... اچھا خدا حافظ .....

یہ سماں میری نظروں میں سما رہا ہے ....

او خدا، کیا یہ ممکن ہے کہ پھر اُس موہنی صورت کی میری پُر اشک آنکھیں زیارت کر سکیں گی۔

شاکر:۔ انور ہوش میں آؤ۔ آخر تمہارے اس بچپن سے کچھ فائدہ ؟"

انور (خود)" تو کیا اب کے ان کو نہ دیکھ سکونگا؟"

دیکھو۔ عابدہ پیاری عابدہ۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ تمہارے فراق سے تنگ آ کر اس عزیز وطن کو چھوڑ دوں یا خودکشی پر آمادہ و مستعد ہو جاؤں۔ میں تمہارے انتظار کی گھڑیاں کس قدر سختی سے گذار رہا ہوں.... تمہاری محبت جو مجھے .... ابھی انور اپنا فقرہ ختم کرنے نہ پایا تھا کہ اس کی آنکھوں سے گرم گرم آنسوؤں کا دریا امڈنے لگا۔ اس کے بدن میں کپکپی پیدا ہو گئی اس خیال سے کہ جس گلشن نوبہار کے شگفتہ اور شاداب پھول کو میں نے پسند کیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے اور میری مسرت اور زریں تمنا کا پھول مجھ سے چھن جائے اور میں عابدہ کی نظروں میں غدار ثابت ہو جاؤں ....

شاکر بھائی انور، اس بکواس اور فضول گوئی سے کچھ فائدہ نہیں جو کچھ کرنا ہے وہ کرو وقت تھوڑا ہے۔

انور۔ زار قطار رونے لگا اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں تمام دامن قمیص سیلاب اشک سے سیراب ہو چکا تھا۔ انور نے دعا کی یا بد دعا شاکر یہ تو نہ سمجھ سکا مگر اپنے رفیق دوست کی اس حالت سے خود بھی آبدیدہ

ہوگیا۔ ٹھکر اپنے کرتے سے اُس کے آنسو پونچھتے اور بولا تمہارے ساتھ اگر میں بھی چلوں تو غالباً پھر کوئی ایسا شبہ ان کے گھروالوں کو باقی نہ رہیگا سمجھیں گے۔ ہم لوگ اتفاقیہ آگئے ہیں۔"

انورؔ (خوش ہوکر) "سچ کہو۔ تم چلوگے؟"

باقی آئندہ

خاص جام شفا کے لئے

مناجات

(از جنابہ محترمہ آفتاب صاحبہ اہلیہ مولوی عبدالوہاب صاحب بھٹنڈہ (پنجاب)

(۱)

نام تیرا مالک ورحمان ہے
بخشدے ہم کو بھی تو برہان ہے
کیونکہ تو ہی قادر ذی شان ہے
فی الحقیقت بس تو ہی سبحان ہے
راہ دے .... گمراہ کو تو راہ دے

(۲)

اے خدا اے بادشاہِ ذوالجلال
تو ہی اکبر تو ہی رہبر بے مثال
دیکھ ہم کو بھی ہمارا کیا ہے حال
عرض کرتے ہیں یہ تجھ سے باکمال
راہ دے .... گمراکو تو راہ دے

(۳)

کہتے ہیں تجھ کو رفیع ورافع بھی
ہم ہیں ہر وقت بس تیرے ہی تابع بھی
محنتیں میری نہ کیجیو ضائع بھی
نام تیرا ہے سمیع وصانع بھی
راہ دے .... گمراہ کو تو راہ دے

(۴)

اپنے بندوں کو نہ اتنا آزما
اے خدائے دوجہاں مشکلکشا
یہ دعا کرتے ہیں ہم صبح ومسا
اندھے بہروں کو تو ہی رب العلا
راہ دے .... گمراہ کو تو راہ دے

(۵)
رحم کی ہم پر بھی تو کرے نظر
بندے تیرے ہیں بہت ہی بے خبر
غصہ ہم پر تو نہ کیجئو بے خطر
اے خدا اے بادشاہِ بحر و بر
راہ دے .... گمراہ کو تو راہ دے

(۶)
ساقیا! اب تو پلا دے ایسا جام
چشم تر ہو یاد مولا صبح و شام
صدقِ دل سے انبیہ میں بھیجوں سلام
جن پہ یہ نازل ہوا برتر کلام
راہ دے .... گمراہ کو تو راہ دے

(۷)
دل کو میرے نور سے معمور کر
اور زیارت سے مجھے مسرور کر
بادۂ وحدت سے تو مخمور کر
مفلسی کو اب تو میری دور کر
راہ دے .... گمراہ کو تو راہ دے

(۸)
شاہِ یثرب اب ہمیں بلوائے
میوۂ جنت ہمیں کھلوائے
شربتِ الفت ہمیں پلوائے
حق سے جنت اب ہمیں دلوائے
راہ دے .... گمراہ کو تو راہ دے

(۹)
ذرہ بھر دل میں نہ ہم لائیں غرور
شکر تیرا ہی بجا لائیں شکور
مغفرت بس تجھ سے ہی چاہیں غفور
سب مسلمان یہ دعا مانگیں ضرور
راہ دے .... گمراہ کو تو راہ دے

(۱۰)
نام تیرا پاک ہے پروردگار
ہوں گدا تو ہی سنیگا نامدار
ڈوبتوں کا بیڑا کر دے جلد پار
آفتاب بس کہہ یہی تو بار بار
راہ دے .... گمراہ کو تو راہ دے

خاص جام شفا کے لئے

افسانہ

بدنصیب سہیلی

(از جناب محمد طاہر صاحب فاروقی شملہ)

بہن تم مجھ سے اُس داستان کے لئے اصرار کر رہی ہو جس کی پوشیدگی کی بقا میرے چند عزیز ہوما سانسوں پر انحصار رکھتی ہو۔ یہ میں جانتی ہوں کہ تم کیوں بضد ہو صرف اس لئے کہ آئندہ جب میں تم کو کسی موقعہ پر ملوں تو تم اُس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کرو اور بطور ہمدردی میری کاوشوں کے رفع کرنے میں یا کم از کم میرے چند گھنٹوں کا غم غلط کرنے میں یا کم از کم میرے چند گھنٹوں کا غم غلط کرنے میں گذار دو، صرف اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ شاید کچھ لمحوں کے لئے میرا سر ہلکا ہو جائے۔ نہیں! یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ میں اپنی تکلیف میں تم سے اپنی دکھ بھری اور دل کو اذیت دینے والی کہانی کو کہکر اور اضافہ کرونگی بس تم مجھکو زیادہ مجبور مت کرو۔ جو میری قسمت میں تھا وہ ہو چکا۔ ممکن ہے کہ کبھی تنہائی میں جب تم میری زندگی کے ورق کو لوٹو تو اس پر حسد کرنے لگو یا بعض موقعوں پر اظہار تاسف کرو۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ جو غم میری رگ رگ میں سما گیا ہے اور جس نے میرے دماغ کو گھیر رکھا ہے۔ مجھی تک اُس کو رہنے دو۔ یہ میں جانتی ہوں کہ تمہاری زندگی جو بظاہر خوشگوار اور سکون آمیز نظر آتی ہے کیف سے مبرا اور دلی راحت سے یکسر خالی ہے زندگی درحقیقت جو ہونی چاہئے وہ میری ہے۔ میں نے زمانہ کا سرد و گرم بازار دیکھا ہے۔ بجائے اس کے تم ناواقف ہو۔ . . . . –

میں دنیا کی نظر میں بدنصیب ہوں مگر دنیا والے کیا جانیں۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ میری آواز میں یہ سوز کیوں ہے؟ وہ نہیں جانتے کہ میں ما یہ حیات رکھتی ہوں گو ظاہرہ اُن کی آنکھیں میری ہمدردی میں چھلک جاتی ہیں۔ میری آواز سنکر بہت سے حیرت و تردد میں پڑ جاتے ہیں۔ جس کی عطر بیزی سے میں خود مست اور وہ اُن تک نہیں پہنچتی۔ پھر بھلا یہ دنیا دار میری گفتگو کیوں کر سمجھ سکتے ہیں۔ اگر تمہارا یہی اصرار پیہم ہے کہ میری یاد رفتہ کو تم سنو اور میری بدنصیبی پر آنسو بہاؤ۔ تو لو سنو۔

میں ابھی پندرہ سال کی پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ والدین نے اپنی کفالت کے باعث میری شادی کرنے میں عجلت کی اور ان کی میٹھی نیند میں تخیلات کی ہمہ گیری میں حرام ہو گئیں۔ میں اوائل عمری سے اپنے اندر، حساس کا مادہ رکھتی تھی اور ہر بات کے آثار چڑھاؤ کو صرف احساس کے ماتحت بخوبی سمجھ لیتی تھی۔ جب والدین کو اس کشمکش کے عالم میں دیکھا تو میری زندگی مجھے عجیب سی محسوس ہونے لگی مگر مجھے کوئی صورت ایسی نظر نہیں آتی تھی کہ میں خود اُس کا کچھ علاج کر سکتی۔ میری شوخی و بیباکی جو اکثر ابتدائی عمر میں ہوا کرتی ہے مجھ سے رخصت ہونے لگی اور نہ معلوم کیوں میں بھی خیالات کے لامتناہی سمندر میں

گھومنے پھرنے لگی۔ گو میں یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ اس کام میں اُن کا اپنی جانب سے کوئی ہاتھ بٹا نہیں سکتی۔ مگر پھر بھی والدین کی پریشانی کا خیال اور ان کی تکلیف کا احترام میرے لئے سوہانِ روح بنا ہوا تھا۔ گھر کی جدائی اور بزرگان کی محبت میرے لئے اک زخم تھی جو بھرنے کو نہیں کہتی تھی۔ غرضکہ قفلِ خاموشی میرے منہ پر لگا ہوا تھا اور ٹک ٹک سب کا منہ دیکھتی اور کڑھتی۔ مایوسی و بیکسی نے مجھے چہار جانب سے گھیر رکھا تھا۔ دن کا چین اور رات کی نیندیں میرے لئے حرام ہو گئیں جس کا اثر بتدریج میری صحت پر پڑنے لگا اور میں علالت کے گہوارے میں جھولنے لگی۔ اسی دوران میں والدین نے ہر امکانی کوشش غائبانہ طریقے سے کی کیونکہ بذاتِ خود وہ کسی سے اپنی زبان سے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ اپنی لڑکی کے لئے کوئی لڑکا تلاش کر رہے ہیں یا کسی معین جگہ ان کا ایسا خیال ہے مگر وہ ناکامیاب رہے۔ غرضکہ ناکامیابی والدین کے قدم چوم رہی تھی جس کی وجہ سے ان کی کیفیات اضطراری صورت میں صاف طور پر عیاں تھیں۔ گو ان کو اس قسم کے لڑکے بہت میسر ہو سکتے تھے جو بغیر کسی وسیلے کے ہوں۔ ان کا خیال یہی تھا کہ کوئی ایسا لڑکا ملے جو میرے اور اپنے اخراجات کا کفیل ہو سکے۔ اگر ایسا کوئی نظر بھی آتا تھا تو اس کا رشتہ کہیں اور جگہ پہلے ہی سے طے ہوا نظر آتا تھا میں یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اور کچھ کہہ نہ سکتی تھی۔ غرضکہ بہن میں ایک ایسا بارِ گراں تھی جو اُٹھائے نہ اُٹھتی تھی۔ آلام و افکار ہماری زندگی کے ایسے جز تھے جو ہم اپنی غذا کے ساتھ کھاتے اور پیتے تھے۔ ہمارے چہروں پر مایوسی اور زردی نمایاں تھی جو اکثر اہلِ محلہ کو دریافت کرنے کی جرأت دیتی۔ مگر اُن کو بات بنا کر ٹال دیا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ

میری غریب رحم دل والدہ بیمار پڑ گئیں گو ان کے علاج میں حتی الامکان بقدرِ وسعت کوشش کی گئی مگر وہ جانبر نہ ہو سکیں اور اس خدا بزرگ و برتر کی بارگاہ میں پہنچکر ہی رہیں جو تمام آلام و مصائب کا خالق ہے۔ ہمارے لئے یہ زخم ایسا نہ تھا جو آسانی سے بھر جاتا۔ ظاہرہ وہ ہم سے رخصت ہو چکیں تھیں مگر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کی روح سوگواری کا لباس پہنے گھر ہی میں چکر لگا رہی ہے۔ مجھے اکثر وحشت بھی ہوتی گریاں کی ماتا میں کیا عرض کروں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرے دل کو وہ تھامے ہوئے ہیں اور صبر کی تلقین کر رہی ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتی تھی کہ کیا کروں۔ ہم کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ نہ معلوم کیا چیز ہم سے رخصت ہو گئی ہے جس کے بغیر ہماری زندگی نامکمل ہے میری صورت دیکھ کر اکثر وہی مجھے تسلی دیدیا کرتی تھیں۔ اور اپنی پریشانی میں حصہ لینے سے منع بھی کیا کرتی تھیں اب جبکہ گھر کی تمام ذمے داری میرے سپرد ہوئی تو میری کاوشوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ میں مانند پتھر کی مورت کے خاموش رہنے لگی کیونکہ خیالات کے ہجوم ہی میرا پیچھا نہ چھوڑتے تھے دوسرے چھوٹے بہن بھائی جب والدہ کو یاد کر کے روتے تو میں یہ محسوس کرتی کہ وفورِ غم سے میرا کلیجہ پاش پاش ہو جائیگا اور دماغ پھٹ جائیگا۔ میں خود کو تسلی اور صبر کی تلقین نہیں کر سکتی تو ان کو کس منہ سے سمجھاتی۔ مرتی کیا نہ کرتی میں ان کو بہلاتی، سمجھاتی پیار کرتی۔ دلاسا دیتی۔ مگر میرا دل جو دارفتگی کے عالم میں ہوتا، آنسوؤں کا دریا بہہ نکلتا تو میں دوپٹے کے آنچل سے آنسو پونچھتی جاتی اور اُس کو پیار کرتی جاتی۔ . . . . .

دلِ حزیں پیہم رو رو اٹھتا اور چیخ چیخ کر بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرتا کہ کہاں ہے وہ خدا جو غریب مفلس اور بیکسوں کا

حامی و مددگار ہے" ہماری کوئی دعا اثر پذیر نہیں ہوتی تھی
سوائے اس خالق کے دروازے کے ہم کسی اور کا دروازہ
کھٹکھٹانے کی جرأت ہی نہ کرسکتے تھے۔ گو ظاہرہ ہر شخص
ہم سے ہمدردی رکھتا ہوا نظر آتا تھا مگر کوئی ایسا نظر نہیں
آتا تھا جو اصلی معنوں میں ہم سے ہمدردی کا اظہار کرے
یہ میں اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ اس ذلیل جھوٹی دنیا میں
سب حیوان ہی حیوان بستے ہیں اگر انسانوں میں انسانیت
ہوتی تو شاید آج دنیا میں کوئی غریب بغیر کھانے کے نہ رہتا
اور تن پر پھٹا کپڑا نہ پہنتا۔ آجکل بہن وہ زمانہ ہے کہ ایک
جگہ عیش پرستی ہے۔ اور دوسری جگہ فاقہ مستی۔ غرضکہ
کوئی بازار ایسا نظر نہیں آتا تھا جہاں ہمدردی کا مول
کرنیوالا ہو۔ بہن ہماری حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی
گئی۔ اباجان نے والدہ کے مرنیکا جتنا بھی غم کیا وہ میں
بیان نہیں کرسکتی اس کا اندازہ وہی لگاسکتے تھے۔

اُن کا دماغ ماؤف ہوگیا اور عجب بہکی بہکی سی
باتیں کرنے لگے گھر میں جب آتے تو وحشت ہی وحشت
ہوتی اور ہم بہن بھائیوں کو دیکھ کر زار قطار روتے۔ میں
اُس گھڑی اُن کے سامنے سے ہٹ جاتی کیونکہ مجھ کو
دیکھ کر اُن کا خون زائل ہونے لگتا اور ایسا معلوم ہوتا کہ
اُن کا سانس حلق میں اٹک کر رہ جائیگا۔ مگر جب ایک ہی
گھر میں رہنا ہوا تو میں سامنے پڑتی ہی تھی اور اکثر باتیں
بھی کرنی پڑتی تھیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ تفکرات کے عالم
میں محو ہوجاتے اور آواز میں حزن و ملال شامل ہوجاتا
کاش! میں مرجاتی اور میرے عزیز ترین والدین کے تفکرات
کم ہوجاتے" مگر خدا کو نہ معلوم کیا منظور تھا وہ آزما رہا تھا
اور اس حد تک آزمانا چاہتا تھا جہاں انسان صبر و
استقلال کو خیرباد کہدیتا ہے۔ ممکن تھا ہم ایمان فروش
ہوجاتے۔ مگر شکر ہے کہ اس وقت تک ہم مصائب کا
مقابلہ نہایت صبر و شکر کے ساتھ کررہے تھے۔

یہ میں جانتی ہوں میں ہی کیا دنیا جانتی ہے کہ
تفکرات دنیا کی ذلیل ترین شے ہیں یہ جس جگہ اپنا مسکن
بنالیتے ہیں تو اس جگہ کو صاف کرکے ہی دم لیتے ہیں۔ میں
پل تو گیا رہی تھی بس یہ سمجھ لیجئے کہ مجھ سے یہ احساس
تک نہیں ہوتا تھا کہ میں جوان ہوں کیونکہ آج تک کوئی
جذبہ ایسا نہیں اُٹھتا تھا جو اس کا اندازہ لگا سکتی۔ صرف
دنیا کے کہنے پر یہ سمجھ رہی تھی کہ میں جوان ہوں۔ غرضکہ
افکار نے اور رنجورئے دل نے والد صاحب کو بھی کہیں کا
نہ رکھا تھا جس کی وجہ سے وہ بھی پلنگ پر دراز ہوگئے
اُن کا بیمار ہونا تھا کہ جو سوکھی روٹی مل جایا کرتی تھی اُسکے
بھی لالے پڑنے لگے۔ ان کی آنکھوں کی روشنی بتدریج ضائع
ہونے لگی اور اس حد تک ضائع ہوئی کہ بالکل ہی نابینا
ہوگئے۔ اُس وقت تو وہ مجھکو دیکھکر ہی رویا کرتے تھے مگر
اب نہ دیکھنے پر احساس دید ہی اُن کو رولایا کرتا تھا۔
اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارا کیا حشر ہوا ہوگا۔ میں اسوقت
محض اُکھڑ تھی اور کوئی اس قسم کی دستکاری بھی
نہیں جانتی تھی۔ جس کی وجہ سے میں ہی کچھ ان کی خدمت
کرسکتی۔ سوائے اس کے میں بیٹھی بیٹھی روؤں اور فریاد
کروں۔ میں اُس وقت اُس فریاد کی لے ڈھونڈ رہی
تھی جو خدائے قہار کی بارگاہ میں ہل چل ڈال دے
مگر میری فریادیں اور آہیں اثر پذیر نہیں ہوتی تھیں
اسی وجہ سے میرے لب بالکل خاموش ہوگئے اور سوائے
اس کے میں حسرت و یاس کے ساتھ آسمان کی
جانب اپنی ڈبڈباتی آنکھوں سے دیکھوں۔
بہت سے آتے اور ہماری بیکسی پر افسوس

کرتے۔ بہت سوں کی آنکھیں چھلک جاتیں بہت سے پشیمان ہوکر روتے ہوتے لوٹ جاتے۔ غرضکہ کوئی ایسا انسان نہیں آتا تھا جو ہماری بھنور میں پڑی ہوئی ناؤ کا ناخدا بنتا اور ہمیں طوفانِ ہلاکت کے تھپیڑوں سے بچالیتا۔ آجکل کے عزیزوں سے تم واقف ہی ہو۔ بہت سے ایسے بھی تھے جو ازروئے ہمدردی مدد کا وعدہ کرتے مگر بعد میں ان کو روپے کی چمک جو آنکی آنکھوں کو خیرہ کردیتی تھی جس کی وجہ سے اس کی روشنی میں ہمارے مایوس اور زرد چہرے کے مانند ہوکر رہجاتے۔ اگر کوئی ہم سے پوچھتا بھی تھا تو دل بے مایہ رو رو اٹھتا۔ درد وغم کے احساس سے میرے جذبات میں آگ سی لگ جاتی اور اشکوں کا ناپیدا کنار دریا ساحلِ رخسار پہ آتے آتے شبنم کی بوندوں کی مانند جذب ہوجاتا۔ نہ معلوم کس طرح کی جلن دلِ صد چاک میں ہے کہ آگے بیان کرنے سے دل کانپنے لگتا ہے اور زبان لڑکھڑاتی ہے مگر اب افسانۂ غم سنانے بیٹھی ہوں تو سب ہی سنادوں گو دل اندر سے دھڑک رہا ہے کیونکہ مجھے ایسا محسوس ہورہا ہے کہ تمام نقشہ میرے سامنے ہے۔ گو ان الفاظوں میں تو اس کو بیان نہیں کرسکتی۔ جو اصلی نقشہ اتار سکیں مگر حتی الامکان کوشش کروں گی کہ واقعات من وعن بیان کردوں۔

باقی آئندہ

خاصۃ النساء :-



عزم سسرال

(از جناب رحمت الٰہی صاحب دہلوی)

گھر سے چلتے وقت اماں جان نے ہمیں روپے دیئے لہٰذا اسی قصور کی پاداش میں سرزنش کرتے ہوئے بولیں خبردار جو راستے میں کہیں سویا کپڑے ہی اتار لیں گے تم جیسے بدھو آئے دن پردیس میں ٹھگے جاتے ہیں۔ دراصل بات بھی صحیح تھی، سوتے وقت ہم کو تن بدن کی ہوش نہ رہتی تھی۔ موت سے شرط باندھ کر سوتے تھے۔ اب تو اسی عادت بد سے چھٹکارہ ہو گیا ہے۔ لیکن جس وقت کا ذکر کرتے ہیں ان دنوں ہماری نیند کا دور شباب تھا۔ خیر تو ہم چل کھڑے ہوئے کچھ زیادہ دور نہیں گئے تھے۔ راستے میں ایک صاحب سے مڈبھیڑ ہو گئی اثنائے گفتگو میں انہیں جب پتہ لگا کہ میری سسرال انہی کے گاؤں میں ہے تو وہ رسمی طور پر بولے "بہت خوشی کی بات ہے کہ میرا گھر بھی اسی گاؤں میں ہے چلو اکٹھے چلیں گے۔

اس سیدھی سی بات میں مجھے عیاری کی بو آئی کڑک کر بولا "ابے الو سمجھا کیا ہے لگا چالاکیاں کرنے۔ تم جیسے گٹھ کتروں کو خوب جانتا ہوں۔ اٹھائی گیرے۔ سمجھا آسامی ہے اچھا شکار ہاتھ لگا کیوں نہ ہو کوئی چھوٹی موٹی رقم نہیں تر مال ہے۔ پانچ روپیہ ہیں پانچ۔ تیرے باوا کا ترکہ نہیں کہ اگل دوں جاؤ راستے لگو ٹھنڈے ٹھنڈے اتنا کہہ کر میں نے دنیا بھر کی گالیاں گن ڈالیں وہ غریب ان مغلظات کا متحمل نہیں تھا سیدھا چلا گیا اب جو میں سسرال پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں وہی مرد شریف سسر کے طور پر میرا استقبال کر رہے ہیں۔ شرم و خجالت سے میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا لیکن آفرین اس کو ہمیں شرمسار کرنا تو ایک طرف داد دیتے ہوئے بولا۔ "تو سفر میں تمہاری ہشیاری اور احتیاط تو قابل ستائش ہے لیکن یہ کہاں کی دانائی ہے کہ دوسرے کو خود ہی اپنی پونجی سے آگاہ کر دیا جائے ایسا کرنیوالا تو ضرور ہی خطرہ میں گھر جاتا ہے۔

اس دن سے میں سسرال میں رہنے لگا دولہا بنکر نہیں بہو بن کر شرم و لحاظ ہر بات میں دامنگیر ہوتا تھا یہ کہنا کہ ہم خالی خولی بیوی صاحبہ کو ہی لینے آئے تھے صحیح نہیں بلکہ ہماری آمد کچھ زیوروں کے سلسلہ میں ہوئی تھی جس پر ہماری بیوی جان نے ناجائز قبضہ کر رکھا تھا اور شاید میکے میں دفن کیا چاہتی تھی ہماری اماں جان کو یہ کب منظور ہو سکتا تھا جھٹ ہمیں سمجھا بجھا کر سسرال روانہ کر دیا آنیکو تو ہم سسرال آ گئے لیکن سچی بات یہ ہے کہ زیوروں کے بارہ میں ہمارے منہ سے ایک کلمہ بھی نہ نکل سکا آخر روانگی کا دن بھی آ گیا ہماری تشویش بڑھ گئی اگر آج بھی نہ مانگ سکا تو ہمیشہ کے لئے ان سے ہاتھ دھونا پڑیگا۔ ہم سو سو طرح کے منصوبے باندھتے گفتگو شروع کرنیکا ڈھنگ　　دل میں فرضی سوال و جواب کی چونچیں کرتے لیکن بات نوک زبان تک آ کر اٹک جاتی۔

دوسرے دن صبح ہم نے چلے جانا تھا رات کو ہمیں نیند نہ آئی گھر والے کبھی کے خراٹے لے رہے تھے مگر ہماری جان عذاب میں پھنسی ہوئی تھی رہ رہ کر خیال آتا ہمارا آنا کس کام کا ارمان جان کیا کہیں گی. کتنی ہی بار ارادہ کیا کہ بیوی کو جگا کر صاف صاف کہدوں: "سنو نیک بخت" جبتک زیور ساتھ نہ لوگی تمہیں نہیں لے جا سکتا نہ ہی خود یہاں سے ٹلوں گا لیکن بیوی کا مزاج تھا ذرا چڑ چڑا سوچنے لگا کہیں ناک بھوں سکیڑ کر بکنے جھکنے لگی تو پیچھا چھڑانا بھی مشکل ہو جائیگا گھر والے جاگ پڑے تو کہیں گے کیسا بے تمیز ہے اس سوچ و بچار میں جوں جوں وقت گذرتا جاتا تھا ہماری بے قراری بڑھتی جاتی تھی آخر ایک دفعہ جوش بھر کر ہم نے خم ٹھونکا اور دل میں فیصلہ کیا کہ بغیر لب کشائی کئے زیور ملنے سے رہے چاہے کچھ ہو ابھی ابھی لے لینے چاہئیں چنانچہ دل کڑا کر کے اٹھا اور بیوی سے تصفیہ کرنے کے لئے اس کے پلنگ کی طرف بڑھا گھر میں بے ایمان کے قبر کی طرح اندھیرا چھایا ہوا تھا ہماری کمبختی جو آئی تو غلطی سے جس پلنگ کو ہم نے بیوی کا سمجھا تھا اس پر سسر صاحب دراز تھے ہاتھ بڑھتے ہی ٹوکھلا کر چلا اٹھے اور کرخت لہجہ میں بولے "کون ہے" اب تو ہمارا پیشاب خطا ہونے لگا. سٹی گم ہو گئی ایک لفظ تک نہ کہہ سکے.

سسر صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ ایک زور کا طمانچہ کسا کیونکہ ہم پہلے سے ہی پیچھے ہٹکر دبکے ہوئے کھڑے ہوئے تھے اس لئے انکا تھپڑ دیوار پر پڑا شدت درد سے بیتاب ہو کر وہ ریشہ خطمی سے ہو گئے. آخر انہوں نے ہمیں دبوچ لیا اور برس پڑے اس انہماک میں انہیں روشنی کرنیکا بھی دھیان نہ آیا. ہماری لاتوں اور گھونسوں سے تواضع کی جا رہی تھی لیکن ہم خاموش تھے کچھ کہہ نہ سکتے تھے ایک دفعہ ہم ان کی لات کھا کر پیچھے گرے تو اوپر رکھا ہوا آٹے کا کنستر لڑھکتا ہوا ہم پر آ کر گر پڑا جس سے ہمارا تمام بدن آٹے میں سفید ہو گیا. اس طوفان بے تمیزی میں ہماری گھر والی اور ساس صاحبہ بھی جاگ اٹھیں اور ہماری شامت ہی تو آ گئی دونوں مل کر سسر صاحب کا ہاتھ بٹانے لگیں ہماری ساس صاحبہ نے تو کمال ہی کر دیا ہاتھ کے ساتھ زبان بھی مشین کے پرزہ کی طرح چلنے لگی اور تو اور ہماری بیوی صاحبہ سے بھی نہ رہا گیا تو وہ جھاڑوں لے کر ہماری مزاج پرسی کرنے لگیں ہم مارے شرم کے کچھ نہ کہہ سکتے تھے بے بہاؤ کی پڑ رہی تھیں جب خوب جوتیاں کھا چکے تو سسر صاحب نے کان سے پکڑ کر باہر دھکیل دیا.

باہر آ کر ہمارے حواس درست ہوئے یہ تو اچھا ہوا کہ وہ اندھیرے میں ہمیں پہچان نہ سکے ورنہ خوب رسوا ہوتی خیر ایسی ویسی تو ہیں تو ہم خاطر میں بھی نہ لاتے تھے یہ ذلت تو کسی گنتی ہی میں نہ تھی باہر کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی. ہاتھ پاؤں ٹھٹھرنے لگے دانت آپس میں بجنے لگے مگر کیا کرتے مجبور تھے کوئی اور چارہ کار نہ دیکھکر ایک کونے میں جا کر پناہ گزیں ہوئے جسم کا یہ حال تھا گویا ابھی ابھی آٹے کے تالاب میں غسل کر کے نکلے ہوں تمام بدن پر آٹے کے روغن کا پلستر ہو رہا تھا اس وقت کوئی متنفس ہمیں دیکھ پاتا تو ضرور ہی بھوت سمجھ کر سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑا ہوتا. گھر کی ڈیوڑھی میں ایک کتا پڑا رہتا تھا یوں تو ہمارے سامنے خوب دم ہلایا کرتا تھا مگر اس وقت ہماری عجیب و غریب ہیت کذائی دیکھکر گلا پھاڑ پھاڑ کر بھونکنے لگا اس کی دیکھا دیکھی اور کتوں کو بھی جوش چڑھا سب نے مل کر ایک ہی

شور میں الاپنا شروع کر دیا۔

اس نئی آفت سے ہم گھبرا گئے اور ایک طرف کو دوڑ پڑے۔ راستے میں پڑے ہوئے ایک مجنوط الحواس نیم برہنہ فقیر کو ٹھوکر لگی۔ "ارے کمبخت!" کہتا ہوا بچارا یکلخت اٹھ بیٹھا اور ہمیں بے نقط صلواتیں سنانے لگا نہ معلوم اس نے ہمیں جن سمجھا یا چڑیل تمام محلہ میں دائی تباہی مچا دی یہاں سے بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔

آخر موقعہ پاکر ہم نے اطمینان کا سانس لیا تمام کپڑے اتار کر جھاڑے بدن صاف کیا اور واپس لوٹے اب شفق پر صبح کی سرخی بھی نمودار ہونے لگی تھی ہمارے سسر صاحب علی الصباح اٹھکر نہانے کے عادی تھے حسب معمول انہوں نے دروازہ کھولا اور کنوئیں پر نہانے کے لئے چلے گئے ہم تو ایسے موقعہ کی تاڑ میں ہی تھے جھٹ موقعہ پاکر آہستہ آہستہ مکان میں داخل ہوئے اور چپ چاپ بستر پر لیٹ گئے ؎

جان بچی لاکھوں پائے۔ خیر سے بدھو گھر کو آئے

میری اُس وقت کی مسرت کا اندازہ کوئی نہ لگا سکے گا دل ہی دل میں خالق اکبر کا ہزار ہزار شکر بجالایا کہ عزت بھی رہی اور ہمارے کرتوتوں کا کسی کو پتہ نہیں لگ سکا اسی خوشی میں ہماری آنکھ بھی لگ گئی۔

نہ معلوم ہم کب تک سوتے رہے جاگنے پر پتہ لگا کہ ہماری ساس نے بیوی جان سے جھنجھلا کر کہا تھا کیا بدمست ہے وہ پہر ڈھلنے کو آئی ابھی تک لحاف اوڑھے پڑا ہے۔ نہیں معلوم اس کی یہ عادت کب تک بنی رہیگی جب اس کا یہاں اتنا حوصلہ ہے تو گھر میں خوب کھیل کھیلتا ہوگا۔ اس بستے پر آج چلے جانیکا ڈھنڈورہ پیٹ رہا تھا۔ کتنے تعجب کی بات رات گھر میں چور ادھم مچاتے رہے اور انہوں نے کروٹ تک نہ لی۔

یہ کہکر بڑھیا غراتی ہوئی آئی اور ہمارے منہ سے لحاف ہٹا کر بولی "کچھ معلوم ہے کیا وقت ہوگیا! دو بجگئے ہیں ابھی تک لمبی تانے ہو"

ہم آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھے اس وقت ہماری شکل بھیانک سی ہورہی تھی آنکھیں سوج رہی تھیں اچانک ہمارے منہ سے نکل گیا۔ "اف بہت برا خواب دیکھا"

بڑھیا نے سمجھا آج ہماری طبیعت کچھ علیل سی ہے مروت سے بولی "کیوں کیا بات ہے کون سا خواب دیکھا؟"

میں۔ خدا نہ کرے آپ کے گھر میں ہماری بے قدری ہو خواب میں دیکھا کہ گھر کے سب آدمیوں نے ہمیں چور بنا کر پیٹا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ یہ محض خواب ہی ہے ورنہ کتنا شرمناک فعل تھا۔

ایسا کہنے سے ہم نے سمجھا تھا کہ پیٹ کا بوجھ ہلکا ہوجائیگا ساس صاحبہ بھی ہمدردی کریں گی۔ مگر ہوا کیا! ساس نے حیرت سے منہ پھلا کر جواب دیا "اے کیا رات تم ہی تھے ستیاناس کر دیا!"

میری حیرانی بڑھیا سے بھی کہیں زیادہ تھی متعجب ہوکر جلدی سے پوچھا "تو کیا یہ خواب نہیں اور واقعہ ہے ستیاناس ہوگیا" اس وقت گھر کے سب آدمی جمع ہوگئے تھے وہ میرے منہ کی طرف تک رہے تھے میں انہیں دیکھ رہا تھا اور دل میں از حد پشیمان تھا کہ میری جس حماقت پر قدرت نے سامان اسباب پیدا کرکے پردہ پوشی کر دی تھی اسے میں اپنی ہی کوتاہ اندیشی سے خود ہی ظاہر کر بیٹھا۔ دل ہی دل

نیند کو سلام کیا پہلے تو لوگوں کے طعن و تشنیع کا مرکز بنا رہا مگر اب مجھے ماننا پڑا کہ میری نیند دنیا سے ایک جداگانہ پہلو رکھتی ہے۔ سب گھر والوں کی مار کھا کر بھی جب میں بیدار ہوا تو ان واقعات کی اصلیت میرے دل میں محض ایک خواب موہوم اور دھندلے سے عکس کی صورت میں باقی تھی۔

خیر تو میں نے ساس سے بھی ڈھیٹ بن کر کہہ دیا کہ شکر ہے یہ خواب ہے ورنہ میں تو یہاں بے آبرو ہو کر نکالا جاتا۔ الغرض بغیر زیور لئے ہی وہاں سے روانہ ہونا پڑا لیکن پسلیوں میں درد کی کسک اب تک باقی ہے۔

جذبات فاضل

(حکیم مولوی محمد مصطفیٰ حسن فاضل دہلوی ایڈیٹر رسالہ ہذا)

حُسنِ ادا کو اور نمایاں کئے ہوئے
آ تعزیت کو زلف پریشان کئے ہوئے

پھر باندھتا ہوں ناز سے شیرازۂ نیاز
اجزائے ہست و بود پریشان کئے ہوئے

ہاں برقِ حسن شوق سے مصروفِ ناز ہو
اک شاخِ آشیاں کو نمایاں کئے ہوئے

پھر کر رہا ہوں اس کی نظر سے معاملہ
دل کو حریف گردشِ دوراں کئے ہوئے

ہاں چشمِ شوق دیکھ مگر اس ادا سے دیکھ
نظارۂ جمال کو عریاں کئے ہوئے

چھوٹے نہ دستِ ناز سے دامانِ امتیاز
آنکھوں میں آ و پردۂ مژگاں کئے ہوئے

فاضل جنونِ عشق کی تجدید کیجیے
عرصہ ہوا ہے چاک گریباں کئے ہوئے

نغمۂ رعنا

(از جناب سید علی اصغر صاحب رعنا مظفر نگری)

سوز میں ڈوبی ہوئی دل کی میرے آواز ہے
ہر صدا تار نفس کی ترجمان ساز ہے

ہجر کی شب کانپ اُٹھے کیوں زمین و آسماں
میرے نالے کی صدا کیا صور کی آواز ہے

دیکھتا رہتا ہوں میں جلوہ تیرا آٹھوں پہر
دل جسے کہتے ہیں تیری جلوہ گاہِ ناز ہے

کیفِ غم سے پُر ہوا ایسا کوئی نغمہ چھیڑ بھی
اے مغنّی کس لئے خاموش تیرا ساز ہے

حدِ منزل سے کہیں آگے گذر جاتا ہوں میں
جذبۂ پرواز میرا جذبۂ پرواز ہے

آرہا ہے یاد کوئی پھر مجھے رہ رہ کے آج
پھر دوبارہ دردِ دل کا آج سے آغاز ہے

آنکھ اٹھائی، مسکرا دیا، دل پہ قبضہ کرلیا
دل بھی لینے کا ستمگر میں عجب انداز ہے

نغمۂ دیوانگی چھیڑا ہے شاید قیس نے
نجد کا کیوں ذرہ ذرہ گوش بر آواز ہے

بلبلِ بے پر بتا مقصد ہے بیتابی سے کیا
کوششِ پرواز ہے یا کاہشِ پرواز ہے

دل تو میرا ہے مگر رعنا میرا قبضہ نہیں
اب وہ اُن کا ہوگیا۔ اُن کا حریم ناز ہے

اضطراب

(از جناب جمیل احمد قریشی۔ ایف اے نواب گنج دہلی)

چپکے چپکے یاد کر لیتا ہوں تجھکو بار بار
لب پہ تیرا نام ہوتا ہے کہ سو جاتا ہوں میں

میں سچ کہتا ہوں، مجھے تجھ سے الفت ہے اور بے حد الفت ہے۔ تیری ہی الفت نے مجھے بیچارگی اور کم سخنی کا سبق سکھا دیا ہے۔ جس کے طفیل مجھ میں ایک ایسا جذبہ ظہور پذیر ہو گیا ہے جو مجھے گاہ اس دنیائے مافیہا سے مطلق بے کر دیتا ہے اور بس میں اپنے روبرو تیرا منور عکس اس چشم آہو کی ٹکٹکی زمین پر بائیں جانب بندھے ہوتے پاتا ہوں۔

تصور میں جب دیکھتا ہوں کسی کو
کوئی شرمگیں سر جھکا دیکھتا ہوں

غرض میرا طائر الفت مثل پروانہ تیری شمع حسن پر دل و جان سے فریفتہ ہے اور تیرے گلگوں چہرہ کا مانند بھنورہ دیوانہ ہے۔ تیری یاد میرے گوشہ دل میں ہر سو چٹکیاں لیتی ہے۔

مگراب

شعلہ عشق بھڑک گیا۔ اضطراب بڑھ گیا۔ بےچینی اور بیقراری جسم کے ہر پہلو میں گھر کر گئی۔ دامن صبر انتظار کی بے حد گھڑیوں سے پُر ہو کر پھٹا چاہتا ہے اور تار شکیبائی یاس کی مسلسل چوٹوں سے شکست ہوا چاہتا ہے۔ مرغ دل رنج و الم کی گھٹاؤں میں گھرا ہوا مستقبل کے خیالات میں غلطاں و پیچاں رہنے لگا لیکن جب تیرے ان الفاظ کو دہراتا ہوں جو تو نے بوقت جدائی کس قدر شیریں لہجہ میں کہے تھے تو امید وصال سے دل میں اک ڈھارس سی بندھ جاتی ہے۔

مجھکو یاد آتا ہے رہ رہ کے وہ کہنا ان کا
شوخ گھر جاتے ہی ہم تمہیں خط لکھینگے

میں یہ کیونکر کہہ سکتا ہوں کہ تو نے مجھے بھلا دیا۔ جبکہ ایڈورڈ پارک میں بیٹھے ہوتے تیری موجودگی میں ہر طرف گل و غنچے اپنی بہار اور جوبن پر نادم تھے اور نرگس بڑے حسد سے تیری ناز اور مستانہ آنکھوں کو نگاہ رشک سے تک رہا تھا اور سنبل و گلاب تیرے رخساروں کی سحر آمیز طرحداری دیکھ کر شرمار ہے تھے۔ تو نے سرخ پھول کے تبادلہ سے پیمان الفت ادا کیا تھا۔ پھر کیا یہ خاموشی تیری شایان شان ہے؟

ان کو معلوم نہیں جذبہ الفت کیا ہے
ان کے احساس کی دنیا ابھی آباد ہے

رات کو جب سارا عالم محوِ خواب ہوتا ہے شب دیجور کی تاریکی ایک مہیب شکل اختیار کئے ہوتی ہے آسمان پر ایک سناٹا سا چھایا ہوتا ہے پرندے تمام دن کے تھکے ماندے گھونسلوں میں پناہ گزیں ہوتے ہیں۔ مجھے اس وقت تیری یاد ستاتی ہے۔ جب کونپلیں پھوٹتی ہیں جب پتیاں جھومتی ہیں۔ جب کلیاں چٹکتی ہیں جب تیتریاں ناچتی ہیں مجھے اس وقت تیری یاد ستاتی ہے مگر میرا دل ناکامی اور افسردگی سے مچلتا ہے جب بادل گرجتے ہیں جب بجلیاں چمکتی ہیں جب ہوائیں سنساتی ہیں جب روحیں کانپتی ہیں مجھے اسوقت تیری یاد ستاتی ہے اور میرا دل تلملا اٹھتا ہے پھر نہ جانے کیا ہوتا ہے پُرسکون گھٹاؤں اور خاموش فضاؤں میں لطیف راتوں اور دلچسپ باتوں میں جب دنیا محو ہوتی ہے۔ مجھے اس وقت تیری یاد ستاتی ہے اور میرا دل خیال و تصور سے پھڑکتا ہے اور میں لرزاں ستارہ کی مانند بے قرار ہوجاتا ہوں۔ تیرا جلوہ میری نظروں میں رقص کرتا ہے اور میرے دماغ میں آرزوؤں کی دنیا بس بس کے اجڑتی ہے۔ میری آنکھوں سے موٹے موٹے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ مگر افسوس ...... وہ سنگدل جو آرام سے محو استراحت ہوگا۔ میری حالت زار پر دو آنسو بہانا تو کجا اپنی بے رحم اور دل کے پار اتر جانیوالی مژگاں کو تر بھی نہ کر سکا ہوگا۔

تیری شان تغافل کے میری بربادیاں صدقے
جو برباد تمنا ہے اسے برباد رہنے دے
نہ دل گھر میں بہلتا ہے نہ کوئی یار جاناں میں
کہیں تو چین سے مجھکو دل ناشاد رہنے دے

ضروری اطلاع

جن صاحبان کی خدمت میں رسالہ پہونچ رہا ہے۔ دسمبر کا رسالہ بذریعہ وی۔پی ارسال ہوگا۔ ورنہ چندہ سالانہ بذریعہ منی آڈر بھیج کر ممنون فرماویں یا اپنے ارادہ سے آگاہ کریں۔

منیجر

دشتِ آہو

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس پری تمثال و زہرہ جبین دوشیزہ کا حسن و جمال گویا ایک نورانی چشمہ ہے، جسے فطرت نے اس کے موسم بہار کی آب پاشی کے لئے وضع کیا ہے۔ سائکی کا وجود اگر کیوپڈ کے لئے بے پناہ تھا، وینس کی ہستی اگر کسی عقیدتمند کے لئے ایک پرستش گاہ تھی تو اس دوشیزہ کا جمال بھی ہر اس آنکھ کے لئے باعث نواز تھا، جو ایک جلوہ کے لئے بیتاب اور ایک روشنی کے لئے بے چین رہتی ہے۔

اس پری جمال کا تنفس نکہت ریز تھا اس حرکات سے موجوں کا لوچ نمایاں تھا۔ اُس کے حسن میں بجلی کی تڑپ آلودہ تھی۔ اور یہ خود فطرت کے اعجاز کا ایک حسین ترین نمونہ تھی۔

جس طرح سانپ کی قوت بصر کو زمرد کے ایک ٹکڑے کی شعاع زائل کر دیتی ہے اسی طرح اس کا جمال بھی دیکھنے والے کی نظر کو خیرہ کر دینے کے لئے کافی تھا۔ جس طرح گل بیگانہ جو انسانوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہکر شگفتہ ہوتا ہے، جس طرح نسیم نزہت آگیں سونیوالوں کے لئے ایک راز مکنون سے زائد نہیں ہوتی، اسی طرح اس دوشیزہ کا حسن بھی دنیاوی نگاہوں سے مشہور تھا، اور پوشیدہ۔

دفعتاً ان میں ایک لڑکی اپنی سہیلیوں سے علیحدہ ہوکر پھول چننے میں مشغول ہوگئی۔ یوسف جو ایک جھاڑی میں چھپ کر ان کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ فوراً آگے بڑھا اور اس کے نزدیک پہنچکر اس کی ناک سے دوا کی ایک شیشی لگا دی۔ لڑکی کو ایک چھینک آئی، اور فوراً بیہوش ہوگئی۔

یوسف نے اس کے جسم سے کپڑے اتارے، اور خود پہن کر ان لڑکیوں کے غول میں شامل ہوگیا۔ اب یہ تمام لڑکیاں ایک ایسے سرسبز و شاداب باغ میں داخل ہوگئیں، جو رشک فردوس بنا ہوا تھا اور جہاں کی نزہت آگیں فضا انسانوں کے دل و دماغ کے لئے بے انتہا فرحت بخش و تعطر آمیز تھی۔

یہاں ایک زرین کمخواب کی مسند پر شاہانہ حسن کے ساتھ ایک عورت جلوہ افروز تھی۔ اگرچہ اس کا شباب کچھ ڈھل چکا تھا۔ لیکن پھر بھی اس کے خدوخال سے اس کے زمانہ ماضی کی یاد تازہ ہو جاتی تھی (اس کا نام آتش پارہ ہے اور اس طلسمی باغ کی ایک بہت بڑی ساحرہ ہے) لڑکیاں یہاں کے رسوم و قواعد کے مطابق آداب بجا لاکر قدم بوس ہوئیں۔ اور اس کے بعد ہی بزم طرب شروع ہوگئی۔ اور شراب کا دور چلنے لگا۔

یوسف جو شگوفہ کے بھیس میں تھا (شگوفہ اس لڑکی کا نام ہے جسے یوسف نے بیہوش کر کے خود اس کا لباس پہن لیا ہے) فوراً اٹھا اور آتش پارہ کو آداب بجا لاکر عرض کیا کہ میں اس مرتبہ ان سب سے

اچھا رقص سیکھ کر آئی ہوں آتش پارہ نے شروع کرنیکا اشارہ کیا۔ لیکن ماہ پارہ نے (یہ اس دوشیزہ کا نام ہے، جو اس مجمع میں سب سے زیادہ حسین ترین ہے) اس ساحرہ سے اشارہ کیا کہ "وہ مسلمان شہزادہ جسے میں نے اس طلسم میں مقید کیا ہے، اور جس کی محبت میں خود مبتلا ہوں، چاہتی ہوں کہ آج رقص و سرور میں اُسے بھی شریک کروں"

اس پر شہزادہ کو ایک طلسمی برج کے اندر سے صحن باغ میں لایا گیا۔ یوسف شہزادہ کی صورت دیکھکر فرط مسرت سے اُچھل پڑا اور دل ہی دل میں اپنی کامیابی پہ بے انتہا مسرور ہوا۔ لیکن شہزادہ نے یوسف کو مطلق نہ پہچانا۔ الغرض یوسف نے رقص کی وہ وہ ادائیں اور رنگ آمیزیاں دکھائیں کہ اہل بزم کو بے خود بنادیا۔ اسی کے ساتھ اس نے سب کو اس قدر شراب پلائی جس کے نشہ سے یہ ساحرہ اور تمام لڑکیاں بیہوش ہوگئیں۔

باقی آئندہ

از امام اکبر آبادی

پیمانہ

لطائف وظرائف

نوجوان "جناب والا۔ میں آپ کی صاحبزادی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ براہ شفقت بزرگانہ میری درخواست منظور فرمالیجیے"

باپ "اچھا۔ کیا تم شراب پیتے ہو؟"

نوجوان "جناب کا بہت بہت شکریہ۔ لیکن براہ کرم پہلے ایک مسئلہ طے ہوجانے دیجئے۔ پھر اطمینان سے ساغر و مینا کا دور چلیگا۔"

شام کو بیوی نے کہا "تمہارے دفتر جانے کے بعد ہی میں نے اس نوجوان ملازمہ کو جسے تم لائے تھے نکال باہر کیا۔"

شوہر نے کہا "اسے ایک آدھ دن کام کرنیکا موقع تو دیا ہوتا"

بیوی بولیں "اسے موقع دینے میں تو مجھے کوئی اعتراض نہ تھا۔ لیکن میں تمہیں موقع دینا نہیں چاہتی تھی"

اطلاع

ہر قسم کی مفرد و مرکب ادویہ عقیل دواخانہ میں نہایت صاف اور عمدہ دستیاب ہوسکتی ہیں

مینیجر

منجھلے آکا کا لیکچر

(از جناب حکیم مقرب حسین صاحب دہلوی)

مجھے پوجا کو جانے دو! جانے بھی دو۔

صبح کا ٹھنڈا اور سہانا وقت۔ برسات کا موسم وہ کالا کاجل ابر چھایا ہوا ہے۔ بادہ ریز ہوائیں۔ سکر انگیز گھٹائیں۔ اک سمت سے کوئل کی کوک۔ برسات کی راتیں۔ برسات کی شامیں۔ برسات کا لمحہ لمحہ کیا جانے کس کی یاد آئی۔ پر اکسی کو کیا پرواہ۔ بحر و بر سے راگ کا اٹھنا۔ پانی کا برس کر جل تھل بھرنا۔ آہ۔ مجھ پر ظلم کیا

جمنا کے مغربی کنارے ایک نازنین ہاتھ میں ایک پیتل کی تھالی لئے کھڑی کہہ رہی تھی۔ جمنا کا منظر بہت دلکش ہے صحرائی ہوا سے مستی کی بو آرہی ہے پرندوں کے غول بستی کی جانب سے یکے بعد دیگرے پرواز کرتے چلے آرہے ہیں تھوڑے فاصلہ پر مرگھٹ کے قریب کنارہ پر منڈلا رہے ہیں۔ اس نازنین کے ہاتھ میں جو تھالی تھی اس میں کچھ پھول اور شیرنی تھی جو مندر میں چڑھانے لائی تھی۔ ایک نوجوان کے منہ سے یہ الفاظ سن کر جو پیچھے کھڑا کہہ رہا تھا۔ آہ مجھ پر میرے والدین نے ظلم کیا۔ چونکی اُس کا دل دھڑکنے لگا اب وہ حیران تھی کرے تو کیا کرے۔ نوجوان نے ساڑھی کا آنچل پکڑتے ہوئے کہا۔ کملا رحم کرو۔ دیا کرو۔ کملا خوفزدہ نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ نوجوان پھر بولا۔ کملا کیا بولتی بھی نہیں۔ میرے من کی دیوی باغ حسن کی نوخیز کلی۔ تیرا داسی تیرے قدموں پر سر رکھنے کو تیار ہے۔ یہ کہتے ہوئے نوجوان نے سر جھکایا ہی تھا کہ کملا گھبرائی ہوئی آواز سے بولی۔ لے چھوڑ بھی میرا آنچل۔ پھر اِدھر اُدھر سہم سہم کر دیکھتے ہوئے۔ اگر کسی نے دیکھ لیا پھر میں تو کہیں کی نہ رہی۔ پھر آنچل چھڑانے کی کوشش کرتے ہوتے۔ چھوڑو بھی میرا آنچل۔ کوئی آجائے تو کیا۔

آج نہان کا دن ہے۔ سب لوگ آجا رہے ہیں۔ کوئی دیکھ لیگا تو میں کہیں کی نہ رہوگی۔ پاس ہی مندر ہے۔ پجاری ہماری طرف دیکھ رہا ہے چھوڑو مجھے پوجا کو جانے دو۔

نوجوان نے اضطرابی سے کہا۔ پیاری کملا۔ جانے دوں۔ جانے دوں۔ لیکن تم سے محبت . . . .

اب وہ حیران تھی کہ کرے تو کیا کرے۔ جانیکا ارادہ کرتی تو پاؤں اپنی جگہ سے جدا نہ ہوتے تھے۔ اگر جوان کی طرف دیکھتی تو شرم حجاب دامنگیر ہوتا تھا کملا نے ایک آہ بھر کر کہا۔ لے میرے بھگوان میں کیا کروں۔ اس کو جواب بھی دینے کو دل نہیں چاہتا پھر دل مانتا بھی نہیں پر ہائے میں محبت سے محروم ہوں میں نہیں محبت کس کا نام ہے۔ اور کس طرح کی جاتی ہے

مجھ پہ میرے ماتا پتا نے ظلم کیا۔ میری امنگوں کو بہا دیا خون ہو گیا۔ میری آنکھوں میں دنیا اندھیر ہے۔ میری دنیا بدل چکی ہے۔ میں جینے میں لطف محسوس نہیں۔ میری راتیں آہیں بھرنے اور اختر شماری میں بسر ہوتی ہیں مجھے کسی کی یاد نہیں ستاتی۔ لیکن کسی معدوم شے کی یاد میں مجھے قدرت نے دنیا اور دنیا کی لذتیں حرام کر دی ہیں۔ کملا ابھی انہیں خیالات میں مستغرق تھی۔

نوجوان نے کہا۔ کملا کیا سوچ رہی ہو جواب دو بولو۔ تم اپنے وعدے بھول گئیں۔ تم نے مجھ سے اقرار میں کہا تھا کہ میں تمہاری محبت کی قدر کروں گی۔ تم کو کبھی نہ بھولوں گی۔ جس وقت تم کالج سے ڈگری حاصل کر کے ہمیشہ کے لئے میری ہو رہی تھیں۔ مجھے حیرت ہے کہ یہ مقناطیسی میرے سے کب تک رہے گی۔

کملا نے صاف صاف طریقہ سے اس نوجوان کو بتلا دیا کہ تم سے محبت نہیں کر سکتی۔ اس لئے میرا دل اندر سے تمہیں قبول نہیں کرتا۔

ناظرین۔ پھر کملا نے راج کمار کو مخاطب کر کے کہا۔ میں جانتی نہوں اور تمہاری محبت کی قدر کرتی ہوں اب مجبور ہوں۔ کیونکہ دولت آرام، عیش، راحت سب کچھ ہے۔ اگر کوئی شے معدوم ہے اور ناپید ہے وہ صرف محبت ہے۔

نام کو ایک سہاگن ہوں وہ سہاگن جسے سہاگ کو ہندی میں اپنی حسرتوں اور ارمانوں کا خون نظر آتا ہو۔

ناظرین، کملا نے پھر راج کمار کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھو اس مہاجن کی دنیا صرف دولت ہے۔ دن بھر وہ توند نکالے گدی پر بیٹھا رہتا ہے اور ہزاروں کا لین دین کرتا ہے۔ جب رات کو گھر آتا ہے تو گدھے کی طرح پیٹ بھر کر پلنگ پر لیٹ جاتا ہے اور خوفناک ڈکاریں لیتا ہے اور وحشت ناک ریحی گولے چھوڑتا رہتا ہے۔ دولت کے خواب دیکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے اور ہیبتناک خراٹوں سے پڑوسیوں کی نیند بھی حرام کر دیتا ہے اب تم ہی بتاؤ پیارے راج کمار تمہاری محبت قابل قدر ہے۔

ناظرین! اب میں راج کمار کی کہانی ختم کرتا ہوں حقیقتاً دولت کی دیوی نے ایک حسین نوجوان کی حسرتوں اور تمناؤں کو روند ڈالا۔ یہ گناہ کبھی معاف نہیں ہو سکتا

چیرز

یاد

(از جناب عقیل احمد صاحب منیجر جام شفا دہلی)

میں اس کی یاد میں سر دھنتا ہوں.......!!

اُفق کی گہرائیاں........ شفق کی رنگینیاں جاذب نظر نہیں ہوتیں...........

نگاہیں بیچین ہیں منزل کی تلاش میں!

تماشے آنکھوں سے گذرتے ہیں...... ... مناظر قدرت بہاریں دکھاتے ہیں......

پھول ہنستے ہیں.......... میں اشک بہاتا ہوں! اس کی یاد میں سر دھنتا ہوں!!

تصورات کی دنیا ظلمتوں میں گم ہے........ حیات منزل بیخودیٔ شوق کی جلوہ گاہوں میں

گم ہوکر بھی سکون پذیر نہیں ہے.......... اے اضطراب پیہم! اے خلش دل! ذرا ہوش آنے

دے........ اے ستارو! اے آسمان پر چمکنے والے مسافرو! اگر راہ میں تم کو کسی کی

بے نیازی پر حیرت ہو......... تو اس کے حضور میں عرض کر دینا کہ.........

.... آپ کی یاد میں کوئی سراپا آرزو موت کا منتظر ہوں.........!!!

سفوف تنبول

اعضائے رئیسہ دل ودماغ کو تقویت بخشتا ہے۔ قوت مردانگی میں اس قدر ہیجان پیدا کرتا ہے جو بیان سے باہر ہے دہن کو خوشبودار بناتا ہے دافع نزلہ ہے دہن کی جملہ بیماریاں اس سے دور ہوجاتی ہیں۔ چہرہ کو سرخ سفید بناتا ہے رنگ نکھارتا ہے خون صالح اور تازہ پیدا کرتا ہے بھوک لگاتا ہے ہاضم غذا ہے یہ طاقت کے لئے ایک عجیب چیز ہے حیرت انگیز قوت پیدا کرتا ہے روح اور قلب کو تقویت پہنچاتا ہے۔ بصارت کو قائم رکھتا ہے۔ حافظہ کو ترقی دیتا ہے عام کمزوری کو زائل کرتا ہے یہ سفوف دہلی کے مشہور نباض وتشخیص الامراض طبیب حاذق عالیجناب حکیم محمد ایوب حسن صاحب کے مجربات خاص میں سے ہے جس کو حکیم صاحب موصوف نے بہ نظر رفاہ عام عقیل یونانی دواخانہ ہی کو عطا فرمایا ہے یہ بادشاہوں کے پان میں کھانیکی چیز ہے دو رتی پان میں ڈال کر کھانے سے فوری اثر دکھاتا ہے منہ کو ٹھنڈا اور سن کردیتا ہے

۲ رتی پان میں ڈال کر کھایئے۔ قیمت فی تولہ للعہ فی ماشہ ۸ر

ملنے کا پتہ

عقیل دواخانہ۔ لمبی گلی۔ پھاٹک حبش خاں دہلی

"جام شفا"

کا

عید نمبر

ہمیں نہایت مسرت اور خوشی ہے اور ہم کو یقین ہے کہ ہمارے ساتھ "جام شفا" کے ان ہزارہا ناظرین کو مسرت ہوگی جو جام شفا سے ہمدردی کو اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں) آج ہم ترقی کے سلسلے میں ایک اور نیا قدم اٹھا رہے ہیں کہ "جام شفا" کا عید نمبر نکالا جائے یہ نمبر علاوہ صفحات کی ضخامت اور کاغذ کی برتری کے مضامین کی ترتیب اور نہایت خوشنما تصاویر اور دلچسپ مضامین افسانجات وغیرہ کی حیثیت سے اپنی نظیر آپ ہوگا۔

اور سال کے اختتام پر سالنامہ بھی شائع ہوگا۔ جام شفا کی قیمت ان ناظرین سے جو پہلا عید نمبر شائع ہونے تک جو دسمبر میں شائع ہوگا خریدار ہو جاویں گے ان سے ایک پیسہ بھی نہیں لیجاوے گی۔ بلکہ جو صاحب ایکروپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماویں گے ان کو یہ عید نمبر اور سال بھر تک رسالہ جام شفا اور سالنامہ نمبر مفت روانہ کیا جاویگا۔

نوٹ:- ناظرین جام شفا سے گذارش ہے کہ جلد از جلد ایکروپیہ سالانہ چندہ بذریعہ منی آڈر ارسال فرماکر اور اپنے دوست احبابوں سے چندہ ارسال کروا کر اس عید نمبر کو جو ہر صوری و معنوی طریقہ سے نہایت کامیاب اور شاندار نمبر ہوگا، حاصل کیجیے۔

شہر کی ایجنسیوں سے ہر جگہ مل سکتا ہے

اور مشتہرین صاحبان جلد از جلد جگہ رکوالیں، ورنہ بعد کو کف افسوس ملنا پڑے گا۔

اس موقعہ پر اشتہار دینا اپنی تجارت کو فروغ دینا ہے۔

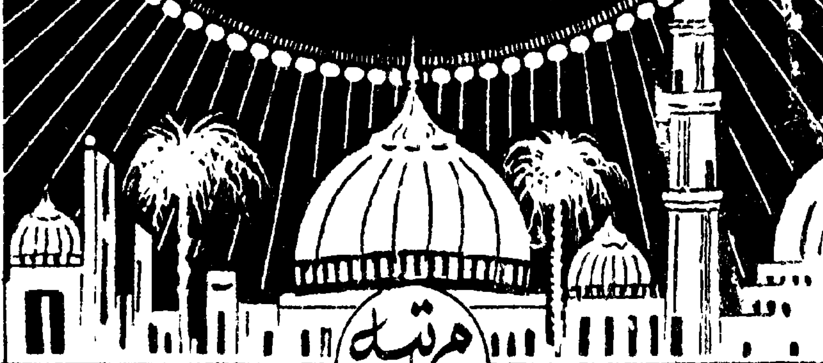
مینجر رسالہ جام شفا۔ لمبی گلی۔ پھاٹک حبش خاں۔ دہلی

[illegible]

فیہ شفاء للناس

رسالہ

جامِ شفا دہلی



مرتبہ

حکیم محمد ایوب اجمیری لمبی گلی پھاٹک حبش خان دہلی

قیمت سالانہ
ایک روپیہ

ہر ماہ انگریزی کی ۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ
دو آنے

DELHI PHOTO BLOCK CO. DELHI.

فہرست مضامین

ایڈیٹر ایچ۔ ایم مصطفےٰ احسن فاضل دہلوی۔ مینجر عقیل احمد دہلوی

چندہ سالانہ عہ
غیر ممالک برما وغیرہ سے عہ
روساء عظام سے صہ

جام شفا دہلی

ہر انگریزی پانچ تاریخ کو
وقت مقررہ دار السلطنت دہلی
سے شائع ہوتا ہے۔

جلد ۱ | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء | شمار ۲

مکاشفات

جام شفا" کا عید نمبر ناظرین کرام نے ملاحظہ فرما ہوگا یہ افسوس ظاہر کرنیکی ضرورت چاہے محسوس نکیجائے کہ ہم اپنی امکانی کوششوں کے باوجود کلیتہً شائع کرکے ہدیہ ناظرین نکر سکے۔ لیکن واقعات نے یہ تسلیم کرنے پر مجبور کردیا ہے، ہمارے مطمع نظر کی بلندی ہماری متجاوز کوششوں کے باوجود اسکو نمبر شائع کرنیکی سدراہ ہوئی۔

رسالہ جام شفا کو ہمیں کامیاب بنانے میں کس حد تک کامیابی ہوئی اسکا اندازہ ہمیں ہویا نہو مگر احساس کامل اسیوقت نصیب ہوسکتا ہے جبکہ ناظرین کرام کا اشتیاق مسرت واطمینان کے سانس لیتا ہوا محسوس ہوگا۔

جام شفا کی کامیابی کا ناظرین کرام نے اندازہ اس کے مضامین اور افسانجات سے محسوس کرلیا ہوگا لیکن اب ضرورت اس بات کی ہے کہ جام شفا کو اسکے معزز ناظرین اپنے علمیہ مضامین سے آراستہ و پیراستہ فرماویں کیونکہ کوئی رسالہ اسوقت تک کامیاب اشاعت نہیں ہوسکتا جبتک کہ اس کے قارئین کرام اسکو اپنا رسالہ سمجھکر اس کی ہمت افزائی نفرماویں۔

دماغی اور قلبی کاوشوں کا نذرانہ یہ گلدستہ مرتب کرنے میں جن اصحاب نے حاضر و غائب سر پرستی فرمائی انکا شکریہ ادا کرنا ہمیں فرض معلوم ہوتا ہے۔

جام شفا دہلی کا ایک مقبول رسالہ ہے۔ اس کے مضامین بے حد پسند کئے جاتے ہیں جام شفا اردو زبان کی ترقی اور آرائش کیلئے میدان عمل میں تیزی کیساتھ گامزن ہورہا ہے۔ اور ایسی چیزیں ناظرین کی قدردانی سے ہی آگے بڑھ سکتی ہیں۔

رسالہ جام شفا طبی خدمات بھی برابر انجام دیرہا ہے اور وہ وہ مجربات خاص پیش کررہا ہے جو آزمودہ اور زود اثر ہیں اور اس کی مجربات قلیل المقدار اور کثیر المنفعت ہوتی ہیں لہذا عرض ہے کہ ناظرین کرام کو بھی اس کی قدر شناسی میں اور زیادہ توجہ کرنی چاہئے اور اس کی توسیع اشاعت میں ہر امکانی کوشش دریغ نکرنا چاہئے۔

(ایڈیٹر)

از دفتر جام شفا دھلی

مکرمی تسلیم ۔

اگر آپ ابھی تک "جام شفا" کے خریدار نہیں ہوئے ہیں تو سمجھ لیجئے یہ پرچہ بطور نمونہ آپ کے پاس بھیجا گیا ہے اور ساتھ ہی اس کے یہ گذارش ہے کہ جیسا کہ جام شفا کو ملاحظہ فرمائیں ۔ کہ یہ پرچہ آپ کے نزدیک کیسا ہے ؟

ہم اسکو ہر امکانی کوشش سے کامیاب بنانیکی کوشش کر رہے ہیں اس سے آپ یہ اندازہ لگا لینگے کہ یہ پرچہ بمقابلہ پچھلے پرچوں کے ہر حیثیت سے دلچسپ اور بہتر ہے ۔

اگر واقعی جام شفا آپ کے نزدیک کچھہ نمایاں حیثیت رکھتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ اسکی خریداری قبول نہ فرماویں ۔

جن حضرات کے پاس رسالہ جام شفا بطور نمونہ پھونچ رہا ہے وہ برائے نوازش چندہ سالانہ روانہ فرما کر ممنون فرماویں ورنہ عدم خریداری سے اطلاع دیویں ۔

کارکنان جام شفا نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ خریدار صاحبان کے علاوہ جو ایکہزار سے زائد ہیں، نموناً پرچہ بھیجا جائے چنانچہ دسمبر کا پرچہ ایکہزار بطور نمونہ علاوہ خریدار دنکے روانہ کیا گیا جس سے بہت کچھہ کامیابی ہوئی اور بعض حضرات نے تو جام شفا سے وہ ہمدردی کا ثبوت دیا ہے جس سے امید ہے کہ اگر معاونین کی یہی حالت رہی تو یہ پرچہ سب پر سبقت لیجاویگا ۔

(ایڈیٹر)

"جامِ شفا"

(از جنابہ محترمہ اختر جہاں بیگم صاحبہ سند یافتہ طبیہ کالج ظل سبحانی طبیب نسوانی دہلی)

ہو سکے توصیف کس سے تیری اے جام شفا — تجھکو زیبا ہے کہا جائے اگر جان جہان

نام ہے تیرا شفا اور صولت ایوب ہے — بھاگتی ہیں جنکی صورت دیکھکر بیماریاں

تو علاجِ دردِ دل تو دافعِ سوزِ جگر — تو رفیقِ دردمندان تو انیسِ بیکسان

تیرا ہر فقرہ ہے گویا کاشفِ رازِ حیات — درحقیقت کشتئ صحت کا تو ہے پاسبان

چار ہی جلوؤں نے تیرے ملک روشن کردیا — نور پیدا ہو چلا غایب ہوئیں تاریکیاں

ترے حامی تیرے بانی کو خدا قائم رکھے — جنکے باعث سے ہوا ہم پر ترا جلوہ عیاں

مشتہر۔ حمد اراحمز مسئلہ کیلئے بہترین دوا ہے اسکا اثر گھر سوز ہونا ضروری ہے اسکی گھر سوز موجودگی کو مالک حکیم حاذق کی موجودگی

معلومات طب

علاج بالبرق

(از جناب طبیب حاذق حکیم سید محمود صاحب محمود عرف روشن۔ پانی پٹیلوی)

علاج بالبرق کے اصول کو بے نقاب کرنے سے پہلے ہمیں چاہئے کہ علم برق کی حقیقت کا بھی کچھ اظہار کریں کہ برق ہے کیا چیز؟

برق، وہ شے ہے جو صدیوں پہلے بڑے بڑے سائینٹیس اور فلاسفروں نے اپنے قیمتی اوقات ضائع کرکے ادنی ادنی تجربات کو جو بازیچۂ اطفال کی حیثیت سے زیادہ وقعت رکھنے والے نہیں تھے مشاہدہ فرماکر اسکو معرض ظہور میں لانیکی کوشش کی تھی۔

چنانچہ جان منرو کہتے ہیں کہ لاکھ کی ڈنڈی کوٹ کی آستین سے رگڑ کر چھوٹی چھوٹی چیزوں یا تنکوں کے پاس لیجائیں تو یہ اس سے چمٹ جاتے ہیں جو قوت کہربائی کا اصل اصول ہے۔

ایک جرمنی محقق ہمبولٹ کہتا ہے کہ آری نوکو کے باشندے ایک قسم کے دانوں کو باہم رگڑ کر جنگلی روئی کے ریشوں کو اس سے کھینچکر تماشا دیکھتے تھے۔

قدیم یونانیوں کو علم تھا کہ کہربا کے ایک ٹکڑے کو جب وہ رگڑا جاتا تھا تو اس میں ہلکے اجسام کو اپنی طرف کھینچنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

جاڑے کے خشک موسم میں کچھوے کی ہڈی کی کنگھی بالوں میں اکثر یہ قوت پیدا کرتی ہے کہ بال کنگھی کے دندانوں سے چمٹ جاتے ہیں۔

بلی کی کھال یا پوستین پر اگر گرم ہاتھ پھیرا جائے تو اس سے چمک پیدا ہوتی ہے۔

پس اس کیفیت کو انہوں نے برق کے نام سے موسوم کیا، یہ تحقیقات علم برق کی گویا پہلی منزل تھی۔

ملطیس کے حکیم تھیلیس نے جسے یونانی فلسفہ کا بانی کہنا چاہئے اس عجیب کیفیت کی تفسیر یوں بیان کی کہ کہربا میں روح موجود ہوتی ہے" تھیلس کا زمانہ ۶۰۰ سال قبل مسیح گزرا ہے جبکہ لیڈیا میں قارون اور فارس میں کیومرث اعظم حکمراں تھے۔

اٹھارویں صدی کے آخر میں ملکہ الزبتھ کا حکیم ڈاکٹر **گلبرٹ** نے جو کول چسٹر کا رہنے والا تھا۔ اسے اپنے تجربوں کی اماجگاہ بنایا۔ اور اس نے یہ ثابت کیا کہ یہ قوت کہربا ہی میں نہیں بلکہ گندھک لاکھ شیشہ وغیرہ بہت سے اجسام میں پائی جاتی ہے۔

ممکن نہیں تھا کہ اس کمزور اور مخفی قوت کو جو سادہ منش لوگوں کے لئے باعث حیرت اور وقت کھونے والوں کے لئے محض ایک دل بہلانے والی چیز تھی اب بھی قدرت کا صرف ایک کرشمہ سمجھی جاتی اور اس پر توجہ نہ کیجاتی۔

مگر کسی کو کیا معلوم تھا کہ ایک دن ایسا بھی آنیوالا ہے کہ یہ قوت دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیگی اور بجائے ان موہوم تجربات کے روز روشن کیطرح چمکیگی۔

الوان گریک نامی جو میگڈے برگ میں چیف مجسٹریٹ تھا۔ اس نے پہلے پہل برقی قوت کو اکسا کر پیدا کرنے کے لئے گندھک کے گولوں سے ایک آلہ ایجاد کیا۔

سر آئیزک نیوٹن وغیرہ کے ریشم اور شیشہ کی رگڑ سے

شرارہ پیدا کرنے والی مشین بنائی۔

چارٹر ہوس کے ایک پنشن خوار سٹیفن گرے نامی نے ایک موٹے تاگے کے ذریعہ برقی قوت کو منتقل کر دیا جیسے برقی ٹیلیگراف کیلئے ایک ضروری بات دریافت کر لی فرید نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جسکی رگڑ سطح پر برق ٹھہر سکے۔

لیڈن کی یونیورسٹی کے پروفیسر مشن بروک کا ایک شاگرد کیونیس نامی نے ایک ایسا شیشہ معلوم کیا جس میں برقی شرارے جمع ہو سکیں۔

ومشرسٹ نے ایک آلہ امالہ برقی کے اصول پر شیشہ سے تیار کیا جو برقی قوت پیدا کرنے کیلئے برقی کلوں کی ساخت میں آجتک مستعمل ہے۔

مسٹر مارلین اور رونلڈس نے برقی شرارہ کی مدد سے گیاس جلانے کے لئے چھوٹے چھوٹے آلات بنائے

۱۷۹۲ عیسوی میں بنجمن فرینکلن کی عظیم الشان تحقیقات نے فلیڈلفیا کے اراضی شاملات میں گرجتے ہوئے بادل کے نیچے پتنگ اڑا کر کچے ڈور کے ذریعہ آسمانی بجلی کے منتقل ہونے کا مقصد معلوم کر لیا، جسکا نتیجہ آج مکانوں پر برق کش سیخیں لگی ہیں۔

گیلوانی صاحب نے مینڈک کے جسم میں برق پہنچا کر برق حیوانی کا اصول قائم کیا۔

پیویا کی یونیورسٹی کے پروفیسر طبیعیات۔ الیسینڈرا والٹا نے ایک چیز برقی قوت کے جمع کرنے کیلئے بنائی جو والٹک بیٹری کے نام سے مشہور ہے

ڈینیل صاحب اور مسٹر لکلنشے کے وضع کردہ ظروف ٹیلیگراف میں مستعمل ہیں۔

لکلانچی ظروف ریلوے ٹیلیگراف ٹیلیفون کا لنگ بل وغیرہ میں رائج ہیں۔

سکروناف، ڈی لاریو، شان شیف کے موریچے چھوٹے چھوٹے لمپ اور سٹار لائٹ کے جلانے میں کام آتے ہیں۔

ہلیڈن نے خشک ظروف ایجاد کیے۔

کارلائل اور نکلسن نے ۱۸۰۰ عیسوی میں ایک آلہ سفیر الماء یعنی والٹامیٹر ایجاد کیا۔

گیسٹن پلانٹے نے برقی قوت کو جمع کرنیوالا ظرف ایجاد کیا جسکو ریکومولیٹر کہتے ہیں۔

۱۸۱۰ء میں سر ہمفری ڈیوی کے جو کارنوال شہر کا رہنے والا تھا اور وہ اس عہد کا فلسفہ دان گذرا ہے برق سے روشنی قائم رکھنے کی کوشش کی تھی۔

۱۸۲۰ء میں پروفیسر آرسٹڈ نے جو کوپن ہیگن کا رہنے والا تھا اپنے تجربہ سے یہ بات نکالی کہ برق اور مقناطیس میں باہمی قرابت ہے۔

مقناطیس۔ یہ عجیب اور غریب جماد جس میں لوہے کو اپنی جانب کھینچ لینے کی خاصیت موجود ہے۔ چینیوں کو کئی ہزار برس پہلے سے معلوم تھا۔ چین کے لوگ اسکو "تھسو جاسے" یعنے محبت کا پتھر کہتے تھے۔

تذکرہ چین میں لکھا ہے کہ ۲۶۳۵ سال قبل مسیح ایک ایسی مقناطیسی گاڑی تیار کی گئی تھی کہ وہ چاروں جہت بتلاتی تھی۔ اور سنہ [illegible]ء کا ذکر ہے کہ شہنشاہ چین نے مقناطیسی گاڑی خود چلنے والی تیار کروائی تھی۔

۱۸۲۱ء میں برلن کے پروفیسر سیبک نے حرارت کے ذریعہ برق پیدا کرنے کی صورت معلوم کر لی۔

آریگو اور امپیر باشندگان پیرس نے تجربات سے یہ بات ثابت کی کہ برق سے مقناطیس بن جاتا ہے اور مقناطیس سے برق پیدا ہو سکتی ہے۔

۱۸۳۱ء میں مشہور زمانہ مائیکل فریڈے کی کوشش سے برق بالمقناطیس کے بنانے میں کامیابی حاصل کی جو مختلف صورتوں پر ڈائنمو کہلاتا ہے۔

آرسٹڈ کی تحقیقات نے ڈائینمو کے عمل کو الٹا کر دیا

وجہ برقی محرک یعنے الکٹرک موٹار ایجاد ہوا۔
جوزف ہنری نے برقی انجن ایجاد کیا۔ ۱۸۷۹ء میں
برلن کے ڈاکٹر ورنر وان سیمنس نے ٹریم گاڑی بنائی۔
اور عام سڑکوں پر چلنے والی گاڑی جسے ہم موٹر کار کہتے
ہیں ۱۸۸۶ء میں مسٹر میکنس واک نے بنائی۔
۱۸۳۹ء میں جیکوبی نے دریا میوا پر برقی کشتی ایک گھوڑے
کی طاقت والی برقی انجن سے چلائی۔
مسٹر گوبی فرانسیسی نے برقی تارپیڈو جو تارپیڈو
نامی مچھلی کی شکل ہوتی ہے تیار کیا۔
ٹرووی نے ایک برقی کل بنائی جو کپڑے سینے کے
لئے کام آتی ہے۔
ایڈسن اور سیم نے برقی پنکھے ایجاد کئے سیرن ڈبو
باسک سے منس اور برد کی ماہران علم برق نے لیمپوں کی
ایجاد میں طرح طرح کی طبع آزمائیاں کیں۔
لارڈ کیلون نے جو رائل سوسائٹی کا اکسپریزیڈنٹ
تہا مقیاس البرق علمی آلہ تیار کیا۔
لاپلیس ٹک اور ویٹ سٹون اور مورس
نے تار کے آلات بنائے۔
۱۸۶۱ء میں فلپ ریس نے جو جرمنی کا ایک سکول
ماسٹر تہا ٹیلیفون بنا کر زبانی الفاظ منتقل کئے۔
سر ولیم سیمنس پہلا شخص ہے جو برقی آگ سے
قیمتی دہاتیں پگہلانے میں کامیابی حاصل کی۔
جان مرنیڈ نے ۱۸۵۵ء میں برقی گہنٹی کی ایجاد سے
ہلانے کی زحمت کو دور کر دیا ہے اور الکزنڈر بین نے برقی
کلاک بنائے۔
۱۸۷۹ء میں مسٹر سمر ٹینر نے ایک عجیب و غریب آلہ
فوٹوفون ایجاد کیا جس سے بذریعہ شعاع کے کئی سو گز تک
گفتگو اور راگ منتقل ہوتی تہی۔
پروفیسر منچن نے ستاروں کی روشنی ناپنے کا آلہ
اسی برق کی مدد سے تیار کیا۔
۱۸۹۴ء میں ایک نوجوان اہل اٹلی مسٹر مارکونی نے بے
تار ٹیلیگراف کے بنانے میں شہرت حاصل کی جو بجائے ایک
تار کے زمین اور ایک تار کے بجائے ایتہر کام کر رہا ہے
پروفیسر رانٹ جن باشندہ وازبرگ کی تحقیقات نے
"ایکس ریز" کی ایجاد کا ایک نیا میدان دکہا دیا جو سلوبونی
باشندہ پروجیلکے آلہ کریسو سکوپ کی شرکت سے چہپی
ہوئی چیزوں کی تصویر لینے میں نہ صرف کارآمد سمجھا گیا ہے
بلکہ آیندہ جلکر اکثر امور میں بیحد ثابت ہوگا۔
۱۸۵۰ء میں برگنا ٹیلی کے تجربات نے دہاتوں کو برق
کے ذریعہ ارواح کی شکل میں مبدل کر دیا جو دوسری قسم
کی دہاتوں میں جذب ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر ہم نے
باختراع خاص ایک برقی آلہ تیار کیا ہے جسکی مدد سے اکثر
دہاتوں اور دواؤں کی روح کو برآمد کر کے جسم انسان میں
داخل کیا جاتا ہے جو بطور معالجات مستعمل ہے انشاء اللہ
آیندہ ہم کسی موقع پر اسکی تفصیل کی معہ نقشہ آلات وغیرہ
ہدیہ ناظرین بنانے کی کوشش کرینگے۔
۱۸۷۷ء کے آخر میں پروفیسر ڈی ای ہیوز سکوئر
جو ویلز کا ممتاز باشندہ تہا اس نے برقی طاقت کے ذریعہ
آواز کو منتقل کرنیوالا ایک ایسا آلہ بنایا جسکے ذریعہ خفیف
آواز بہی دور دور تک سنائی دیتی تہی۔
اسمیں شک نہیں اس آلہ کے موجد نے فلپ ریس
مسٹر گریہم بل ساکن کینڈا اور مسٹر اڈیسن و نیز ڈیومونس
وغیرہم کی تحقیقات اور ان کے تجربات سے امداد حاصل
کرنے کے بعد اس آلہ کو کہ جسے میکروفون کہتے ہیں پایہ تکمیل
پہنچایا ہو۔ مگر یہ اسی کا حق تہا کہ اس نے دنیا کے گراموفون
کی ہر صدا و گونج کو برقی پیرایہ میں منتقل کر کے زینت
بخش ریکارڈ بننے کا موقع بخشا اور سنیما کے سینس پکچروں
کو ہنستی بولتی تصویر یا زندہ انسانوں کی تمثیل بنا کر گلستا[illegible]

عالم میں ترنم ریزی عطا کی۔

غرض ہمیں معلوم ہو چکا کہ برق کے ذریعہ ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ کام انجام پاتے ہیں، اور اس کے بڑے بڑے فوائد زیادہ تر اسکی خاصیت پر مبنی ہیں کہ یہ حرارت اور روشنی پیدا کرتی ہے جیسا کہ برقی شرارہ سے ظاہر ہے اور کیمیائی عمل پیدا کرتی ہے جو تشق الماء میں پایا جاتا ہے اور قوت مقناطیس پیدا کرتی ہے جو مقناطیس البرقی سے عیاں ہے۔ وہ ایسے چیزوں کے تصور کرنے میں مدد دیتی ہے جسے نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ ہاتوں نے چھوا ہو۔

بیشک ہم سائنس کے ممنون احسان ہیں کہ جس نے ہمیں برقی عمل کے ذریعہ وہ کرشمہ دکھلایا جو وہم و خیال تھا اور جو وہم و خیال تھا وہ کرشمہ ثابت ہوا۔

از انجملہ علاج بالبرق بھی ایک مفید اور نتیجہ خیز عمل ہے جس نے اہل یورپ کو طبی آلات کے بنانے پر توجہ دلائی۔

غرض جہاں تک کہ ہم نے ذکر کیا یہ ایک عارضی یا امکانی برق کی کرشمہ نوازی تھی جس کے قبض و بسط پر انسان اپنی عقل و دانش کی وجہ قادر رہا ہے۔

مگر اب اس قدرتی جسمانی برق کی کیفیت کو بیان کرینگے جسکے باعث انسان کو عقل و دانش حاصل ہوئی جو ہمارے مقصد علاج کیلئے ضروری ہے۔

باقی آئندہ

محمود کرناوی

بچوں سے خدا واسطے کی عداوت

(از جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب سعیدؔ بریلوی)

برتھ کنٹرول یا ضبط تولید کا مسئلہ آہستہ آہستہ ہندوستان میں بھی اہمیت حاصل کرتا جا رہا ہے امریکہ کی مشہور خاتون مسز سینگر جو اس تحریک کی روح رواں ہیں آجکل ہندوستان میں رونق افروز ہیں ڈاکٹر ٹی موزمدار صاحب، ایم، اے، پی، ایچ، ڈی نے مسز سینگر سے امریکہ میں ملاقات کی تھی اور اس مسئلے کے متعلق اپنے بعض سوالات کئے تھے، ڈاکٹر موزمدار امریکہ میں مقیم ہیں اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ مسز سینگر آل انڈیا ومنز کانفرنس کی دعوت پر ہندوستان جا رہی ہیں تو انہوں نے سوچا کہ ہندوستان کے حالات کو پیش رکھکر برتھ کنٹرول کے متعلق مسز سینگر کے خیالات معلوم کریں۔

ڈاکٹر موزمدار نے اپنے مضمون میں مسز سینگر کی اس "صحت گاہ" کی کافی تعریف کی ہے جہاں منع اولاد یا زیادہ صحیح لفظوں میں اولاد کی جدید ترین اور "علمی" تعلیم کے بھی نہایت معقول انتظامات ہیں۔ اس صحت گاہ کے متعلق ایک ادارہ تحقیق بھی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس مسئلے کی طبی تحقیق و تدقیق اسی ادارہ کا کام ہے

بہرحال ڈاکٹر موزمدار نے مسز سینگر سے جو سوال کیا وہ یہ تھا کہ "ضبط تولید کے مسئلے قوموں کی تعمیر میں کہاں تک دخل ہے" جواب ملا کہ:-

قوموں کی تعمیر میں ضبط تولید کو بہت بڑا دخل ہے اب اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، کیونکہ ضبط تولید کا قوموں کی صحت اور انکی آبادی و دولت کے معیار پر بڑا اثر پڑتا ہے، اور یہ عناصر یعنی صحت اور دولت قوم کی تعمیر اور تخریب میں بہت بڑا حصہ رکھتے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ ضبط تولید کے عمل کو کسی قوم یا ملک کیساتھ مخصوص نہیں کیا ہے بلکہ یہ صحت انسانی کا ایسا اہم پروگرام ہے جو ہر طبقہ اور ہر فریق کیلئے مفید اور ضروری ہے جو مائیں بچے پیدا کرنیکے نا قابل ہیں، جہاں زچگی بہت سی موتوں کا باعث ہوئی ہے اور جہاں بچوں کی کثرت نے قوم میں انحطاط اور زوال پیدا کر دیا ہے وہاں علمی طریقہ پر بچوں کی پیدائش روک دینے اور طبی طریقوں پر استقرار حمل کو ناممکن بنا دینے میں ہم بنی نوع انسان کی بہت بڑی خدمت کر سکتے ہیں یہ خدمت خصوصیت سے عورتوں کی خدمت ہوگی اور اسکے نتائج ہمارے لئے عجیب مسرت اور طمانیت قلب کا باعث ہوں گے، یہ امر کسقدر افسوسناک ہے کہ غریب گھرانوں میں جہاں اولاد کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ اولاد پے در پے ہوتی جاتی ہیں، نرسیں اور دائیاں اس باب میں حیران ہیں اور اب ان مصیبت زدہ گھرانوں کی ناگفتہ بہ حالت کا رونا آکر روتی ہیں مگر قوم کے بہی خواہ خاموش ہیں اور کچھ نہیں کرتے کیا یہ مسئلہ ایسا اہم نہیں کہ نام نہاد مصلحان قوم اپنے قوائے عمل کو حرکت میں لائیں؟ ہر سال ہزاروں عورتیں بچے ہونے میں مرجاتی ہیں اور ہزاروں بچے ایک سال کی عمر ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتے ہیں اور ہر سال نسل انسانی یہ خراج ادا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ ماؤں کی نگہداشت صحیح طبی معلومات ضبط اولاد کے صحیح طریقے اور اصول معلوم نہ ہونے، اور عام طور پر تعلیم سے بے بہرہ ہونیکی وجہ سے لوگ بالکل بے خبر اور تاریکی میں ہیں اور انہیں ان چیزوں کا علم نہیں ہے کہ جنسے نسل انسانی کی یہ خوفناک مصیبت جو ہر سال ہزاروں

پایوریا

(از جناب حکیم محمد ایوب صاحب اجمیری)

یہ مرض پایوریا اکثر خرابی معدہ اور خرابی خون سے پیدا ہوتا ہے، جگر سے خون بنکر تمام حصہ جسم میں تقسیم ہوتا ہے، تو دانتوں میں بھی ان رگوں کے ذریعہ سے پہونچ جاتا ہے جسکا تعلق دانتوں سے ہے دانتوں کی خرابی کیوجہ سے دانتوں کی جڑوں میں سے ہلکے باریک تجم ہو جاتے ہیں اور خون بجائے گرم کر پیپ بن جاتا ہے اور وہ دانتوں کے دبانے سے نمکین مزے کا خارج ہوتا ہو غذا کے ہمراہ وہ پیپ معدہ میں جاکر خرابی پیدا کرتی ہے اور انہضام میں فرق آجاتا ہے جس سے تندرستی اور صحت پر بھی اثر پڑتا ہے اور غذا کے ہضم ہونے میں کافی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ آجکل دانتوں کے اکھڑوا دینے کا رواج عام ہو گیا ہے اور نئے دانت نکلوا لینے محض چہرے کی نمائش ہی نمائش رہ جاتی ہے اس لئے اس مرض کے دفعیہ کیواسطے طب یونانی محتاج نہیں ہے قدرت کا عطیہ ناشکری کیساتھ اپنے حصہ جسم سے علیٰحدہ کر کے پھینک دیا جاتا ہے اور مصنوعات سے کام لیا جاتا ہے، وہ قدرت کی عطا کردہ چیز کا مقابلہ کب کر سکتی ہے یا خداوند تعالیٰ نے ہماری نافرمانیوں کی سزا اس صورت میں دی ہے کہ دانت تڑوا کر چہرہ کو بدنما کر دیا جاوے زمانہ ماضیہ میں خداوند تعالیٰ صورتیں تبدیل کر دیا کرتا تھا اب فی زمانہ دانت تڑوا کر چہرہ کو زیادہ بدنما کر دیا جاوے زمانہ ماضیہ میں خداوند تعالیٰ صورتیں تبدیل کر دیا کرتا تھا اب فی زمانہ دانت تڑوا کر چہرہ کو بدنما کر دیتا ہے اس کے متعلق ہم بہت سے مجربات اور اعلیٰ نسخے پیش کرینگے اور خدا سے دعا کرو کہ دانت تڑوانے کا عذاب ہم سے اٹھا لیوے، مسوڑھوں سے خون بند کرنیکے واسطے سنگجراحت پیسکر دانتوں پر ملیں ایک گھنٹہ تک کلی نہ کیجاوے۔

دیگر۔ سپاری سوختہ۔ گلنار۔ پوست ببول۔ سنگجراحت۔ کتھہ سفید۔ فلفل گرد۔ کوٹ چھانکر دانتوں کے درد

۱ تولہ ۹ ماشہ ۱ تولہ ۱ تولہ ۶ ماشہ ۱۰ تولہ

اور دانتوں سے خون آنیکو عجیب شے ہے۔

کوڑیوں کے مول دو مجرب آزمودہ نسخے

(از جناب ایس آر ریاض الدین شہر بیلی بھیت)

پایوریا بندوق کی گولی چلی ہوئی آگ پر پگھلا کر اس کے اوپر ایک چھٹانک باریک پسی ہوئی گندھک چٹکی سے ڈالنا شروع کریں پھر اس گندھک میں ایک چھٹانک مصطگی ملا کر رکھ لیں۔ ذرا ذرا اسے علیٰحدہ لیکر بطور منجن استعمال کریں اور ممکن ہو تو عرق منڈی کا بھی استعمال کریں (مجرب و آزمودہ ہے)

پیچش پوست خشخاش بکری کے دودھ میں پکائے جائیں اس کے بعد دودھ چھان لیا جائے اور مصطگی رومی کی پھنکی لگا کر اوپر سے یہ دودھ پی لیا جاوے۔ تیر بہدف نسخہ ہے۔ (دونوں نسخے تجربہ میں آئے ہوئے ہیں)

انتشار

(از جناب حکیم محمد ایوب صاحب اجمیری)

ڈکار معدہ کی ایک قوت ہاضمہ کا کام ہے۔ جب انسان غذا کہاتا ہے شکم سیری کے بعد فوراً ڈکار آجاتی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ شکم سیر ہو گیا۔ مقوی اغذیہ اسقدر کہائی جائیں کہ معدہ کسیقدر خالی رہے کیونکہ مرغن غذائیں دو گھنٹہ کے بعد معدے میں جب پکنا شروع ہوتی ہیں تو ڈکاریں اسی غذا کی آتی ہیں، مثال اسکی اسطرح ہے جب عمدہ کہانا تیار کیا جاتا ہے تو اسکو دم میں رکہا جاتا ہے تو اسکی خوشبو دور تک پہونچتی ہے اسیطرح جب معدے میں غذا پکتی ہے تو اس سے دو مادے بنتے ہیں۔ ڈکار جو اعلی کیطرف رجوع ہوتی ہے۔

دوسری ہوا جو ادنی کیطرف جسکو ریاح یا بلسے کہا جاتا ہے۔ ڈکار اسوقت تک آتی ہے جبتک غذا معدے میں پکتی ہے جب غذا پک کر تیار ہو جاتی ہے اور جگر میں چلی جاتی ہے تو اس سے خون، بلغم، سودا، صفرا۔ بنتا ہے ہی باریک شرائین یعنی باریک رگوں کے ذریعہ ہڈی کے اندر داخل ہوکر کچھ دیر کے بعد نلی کا گودہ سفید رنگ کا منجمد ہو جاتا ہے جس سے نلی کی ہڈیاں قوی اور مضبوط ہوتی ہیں، رگوں سے چھوٹی سے چھوٹی ہڈی میں خون پہنچتا ہے۔ اس خون سے قطرہ حیتہ الحیوان تیار ہوتا ہے۔

حیتہ الحیوان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ قوت جس سے رگوں میں طاقت پیدا ہوتی ہے دوسری وہ کہ ہیجان ہونے کے بعد غلیظ قطرہ نکلتا ہے جو دخول کا مددگار رہتا ہے۔ یہ بہی حیتہ الحیوان کے نائب ہیں اگر یہ قطرہ اعتدال سے زیادہ خارج ہوگا انتشار میں کمی اور سستی واقع ہو گی اور خیال سے یہ قطرہ خارج ہوگا تو انتشار میں کمی واقع ہو گی اور اگر اسکا اخراج صرف اسیقدر ہے کہ وقت مباشرت ہی نکلے اور غیر وقت خارج نہو تو سمجھ لو کہ قوت مردانہ قابل فخر ہے۔ اسیطرح یہ مرض عورتوں کے ساتھ بہی وابستہ ہے کہ مرد کے ہاتھ لگنے سے عورتوں کی یہ رطوبت خارج ہو جاوے تو جسطرح مرد کمزور ہو جاتے ہیں اسیطرح عورتیں بہی کمزور ہو جاتی ہیں، کیونکہ مذی حیتہ الحیوان کی نائب ہے اس کے اخراج سے انتشار میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اس سے کمتر جو حیتہ الحیوان میں کمزوری ہوتی ہے وہ ذلت دنیاوی ہے، لیکن قابل علاج اور قابل غور یہ بہی ہے کیونکہ ہمیشہ سبب اور مسبب کا ساتھ رہا ہے۔

سودا طحال میں رہتا ہے۔ اور صفرا جگر میں۔ اور زیادہ بیماریاں جگر سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اسمیں اول غذا کی احتیاط جس سے انہضام معدہ درست رہے اگر معدے میں خرابی ہو گی تو جگر بہی خراب ہوتے دیر نہیں لگتی اور اگر جگر کا فعل خراب ہے تو گویا تمام مشین میں نقص پیدا ہو جاتا ہے اور تمام بدن کا فعل خراب ہو جاتا ہے اس سے یرقان استسقاء وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ سب جگر کی بیماریاں ہیں جنکی تفصیل آیندہ انشاءاللہ بیان کرینگے۔

اطبا کاملین سے اپیل کیجاتی ہے کہ اپنے اپنے مجربات جو رسالہ ماہ نومبر ۳۷ء صفحہ ۱۲ دق کے متعلق عرض کیا گیا تہا۔ تاکہ بندگان خدا فیضیاب ہوتے رہیں۔ اور اطبا کی دریا دلی سے بندگان خدا کو فائدہ پہونچتا رہے۔

آتشک

(از حکیم مولوی مصطفےٰ حسن فاضل دہلوی)

مرض آتشک خون میں فساد ہونیکے باعث پیدا ہوتا ہے - اور اس مرض کا مادہ نہایت ہی مفسد اور خبیث ہوتا ہے - اکثر عورت اور اولاد پر بھی اسکا اثر پہونچتا ہے -

حار اجزا اور مصفی خون اور دواسئے تسمیہ اور ایسے مسہل بہم دینا جو مفید ہوں (اور مریض کو ضعیف نکریں اکثر اس مرض میں مفید ہوتی ہیں - تبرید مضر اور اکثر وجع اعناصل کا باعث ہوتی ہیں -

حتی المقدور اس موذی مرض میں، پارہ - ہڑتال - گندہک - سنکھیا کا کم استعمال کریں اور اگر استعمال کیجاویں تو انکی اصلاح بھی ضرور چاہیئے -

مرض آتشک کی کئی قسمیں ہیں مگر زیادہ معروف دو قسمیں ہیں - ایک **نار فارسی** دوسری **ابلہ فرنگ** جسے ہندی میں وید لوگ فرنگ بلے کہتے ہیں -

نار فارسی - یہ آبلے حدت کیساتھ بدن پر نمودار ہوتے ہیں اور انکے کنارے موٹے اور اونچے اور درمیان پست اکثر سرخ رنگ کے ہوتے ہیں - اور انکے اندر رطوبت بھی ہوتی ہے - جلد نکلتے اور خشک ہوجاتے ہیں اور انپر کھرنڈ بھی جم جاتا ہے ابتدائے ظہور میں آبلونکا رنگ اکثر سرخ اور طاؤسی ہوتا ہے - اور آگ کے انگاروں کی طرح انمیں بے انتہا حدت اور سوزش ہوتی ہے -

ابلہ فرنگ - حکمائے سلف نے اس مرض کا ذکر چھوڑ دیا ہے اور بعضوں نے اسکا نام بثور غریبہ لکھا ہے مگر متاخرین نے اسی آتشک میں مفصل بیان کیا ہے - اور یہ عارضہ اکثر چار سببوں سے ہوتا ہے -

سبب اول - غلبہ خون - **علامات** - گرانئے سر - رگوں اور شرائین کا پہولنا اور پر ہونا - آنکھوں میں گرانی، ثقل اعضا جوڑوں میں درد - منہ کا ذائقہ شیریں - چہرہ سرخ - آبلونکا رنگ مائل بسرخی اور انکی تہ میں سرخی، قارورہ غلیظ اور سرخ - خشونت جلد اور عظم نبض اسکی علامتیں ہیں -

سبب دوئم - جو صفرا کے باعث عارض ہوئے -

علامات - بدن لاغر - منہ کا ذائقہ تلخ - تشنگی زیادہ - ناک اور زبان میں خشکی - سرعت نبض اعضا میں سوزش، قارورہ سرخ - آنکھوں کے آگے بھنگے سے معلوم ہونا - بدن پر بثور مائل بزردی اور سوزش سے ہونا - اور انمیں سے زرد پانی بہنا

سبب سوئم - جو بلغم عفن کے سبب سے عارض ہو - **علامت** جوڑ دنمیں درد - کثرت نیند پیشاب کا سفید ہونا، منہ کا ذائقہ شوریت کسا تہ - منہ میں رطوبت زیادہ ہونا اور خفیف زرد رنگ پانی مائل بہ سفیدی نکلنا - ناک اور منہ سے پانی بہنا - سر اور آنکھوں کا بھاری ہونا سرد ہوا اور سرد چیزوں سے تکلیف پہونچنا -

سبب چہارم - جو خلط سودا سے عارض ہوئے -

علامات - چہرہ کا بھاری اور خشک ہونا - آنکھہ اور ناک میں خشکی ہونا بے خوابی ہونا - بدن اور جلد کا بدرونق ہوتا

نبض کا دقیق ہونا۔ پیشاب کا سفید ہونا۔ آنکھوں کے سامنے ترمرے معلوم ہونا۔ خیالات خامیدہ رہنا۔ رنگ جلد اور ثبور مائل سیاہی اور زخموں پر خشکی غالب ہونا۔

یہ مرض اکثر دیر میں اچھا ہوتا ہے اسکا برابر علاج کرنا چاہئے اور علاج سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔

علاج نار فارسی ۔ رسوت۔ کافور۔ لعاب بانگلو۔ ملائے ضماد کریں۔

مازو اور ڈلی سرکہ میں کہرل کرکے لگانا مفید ہے۔

دیگر ۔ مردار سنگ۔ توتیا بریاں۔ کچلہ بریاں۔ کھتہ کھیر۔ ہلیلہ زرد بریاں۔ ان سب ادویہ کو باریک پیسکر روغن گاؤ
ا تولہ ا تولہ ا تولہ ۴ تولہ ا تولہ ۔ تار
میں ملادیں اور مرہم بنادیں اور زخم پر لگا دیں اور ایک ماشہ کہا دیں۔

حب آتشک | کنبد سیاہ۔ بجھیلاوہ۔ اجوائن خراسانی۔ باؤبڑنگ۔ اجبودہ۔ پارہ۔ ناریل ان سب
۱ ۱ ۱ ۱ ۱ ۲ عدد ۱ ۱
دواؤں کو دستہ آہنی سے پارہ پھر خوب حل کریں اور قند سیاہ پنج سالہ خوب پرانا ملاکر برابر بیر کے گولی بنادیں اور بالائی گاؤ میں لپیٹ کر کہاویں۔ خوراک ایک گولی۔ پرہیز بادی ترشی گوشت اور دودھ اور جماع سے رکھیں نہایت مفید اور مجرب ہے۔

علاج سبب اوّل ۔ آب انار۔ یا زلال املی یا شربت لیموں اور آب ابواج اور شربت زردک حسب حالت اور تقاضائے مرض کے استعمال کریں اور شنار کا **جوشاندہ** بہت مفید ہے اور جہانتک ممکن ہو بدنیں دوا لگائیں اور جب زخم عضو مخصوص میں ہوں تو مرہم **شادانہ** اور زرد در **انزروت** لگائیں اور **معجون شاہترہ** عناب کے جوشندے پانی کیساتھ استعمال کریں سے پندرہ[۱۵] بیس[۲۰] روز میں مادہ خشک ہو جاویگا اور اگر زرورا اور مرہم سے بیس روز میں آبلے خشک نہوں تو یہ دوا ضماد کریں۔

نسخہ ۔ زراوند دراز۔ کندش۔ مغز زرد آلو۔ کشتہ پارہ۔ سبکو سرکے میں کھرل کرکے ہمراہ روغن ملیں

نسخہ جوشاندہ شنار مکی | شنار مکی۔ شاہترہ۔ آنولہ۔ پوست ہلیلہ زرد نیمکوفتہ۔ پوست بیخ کبر نیمکوفتہ۔
۲ درم ۱۰ درم ۱۰ درم ۱۰ درم نصف درم
عناب۔ سپستاں۔ عنب الثعلب خشک۔ تخم کاسنی نیمکوفتہ۔ گل سرخ۔ تخم خطمی۔ آدہ سیر پانی میں جوش کرکے جب
۷ دانہ ۱۱ دانہ ۱ درم ۱ درم ۱ درم ۱ درم ۱ درم
نصف باقی رہجاوے بقدر حاجت شیر خشت ملاکر استعمال کریں۔

مرہم شادانہ | شادانہ۔ کندر۔ انزروت۔ روغن گل۔ موم سفید۔ حسب دستور مرہم بنائیں۔
۱۵ عدد ۱ مثقال ۱ مثقال ۶ درم ۱ درم

زرد در انزروت ۔ شادانہ۔ اقاقیا۔ کندر۔ دم الاخوین۔ زراوند دراز ہموزن سرمہ کیطرح پیسکر زخم پر چھڑکیں

معجون شاہترہ | شاہترہ۔ شنار مکی۔ پوست ہلیلہ زرد و کابلی۔ پوست آنولہ۔ ریوند۔ گل سرخ۔
۳۰ مثقال ۱۰ مثقال ۲۰ مثقال ۲۰ مثقال ۴ مثقال ۱ درم ۴ مثقال

ان سب ادویہ کو باریک پیسکر منقی تخم نکالی ہوئی یا کشمش ۵۰ مشقال ملاکر معجون بناکر استعمال کریں، انشاء اللہ بیس یوم میں صحت حاصل ہوگی۔

علاج سبب دوئم | اشربہ اور سرد غذاؤں سے تعدیل مزاج کرنا چاہئے اور جن اشیاء سے صفرا پیدا ہو اور بخار دماغ میں پہونچے۔ مثلاً۔ لہسن۔ پیاز۔ گندنا ان سے پرہیز کریں اور شربت نارنج اور لیموں اور آب انارین اور املی استعمال کریں۔ اور اگر کوئی سبب مانع نہو تو فصد کھلوائیں نہیں تو پچھنے لگائیں اور یہ مسہل جو نیچے درج ہے اسکے واسطے مفید ہے۔

مسہل | پوست ہلیلہ زرد۔ ثنار مکی۔ شاہترہ۔ املی۔ آلو بخارا۔ تخم کاسنی۔ نیمکوفتہ
۲۰ درم ۲۰ درم ۲۰ درم ۶ درم ۷ درم ۱ درم

تخم خطمی نیمکوفتہ۔ تکو خشک۔ زراوند۔ نیمکوفتہ۔ گل سرخ۔ عناب۔ سپستان۔ شیرخشت یا ترنجبین
۱ درم ۱ درم ۱ درم ۱ درم ۸ دانہ ۸ دانہ

جوشدہ یکر شیر گرم میں استعمال کریں۔

اور املی کا پانی مکرر بھگویا ہوا اور ایک درم سقمونیا صفرائے سوختہ کو نکالتی ہے۔

اور اگر منہ اور سر میں شبور ظاہر ہوں تو۔ گل ارمنی۔ گل مختوم۔ کافور۔ زعفران۔ مردار سنگ۔ باریک
۲ درم ۱ درم نصف دانگ نصف درم ۲ مشقال

کوٹ کر گلاب اور سرکے میں ملاکے لگائیں زرور زخمونکو بہت جلد خشک اور گوشت کو شاداب کرتا ہے۔ پہلے حمام میں جاکر زخمونکو خوب دھوئیں بعدہٗ یہ دوا چھڑکیں۔ زرور۔ کندر۔ مر۔ انزروت۔ دم الاخوین ہموزن سرمہ سا کرکے زخموں پر چھڑکیں۔ انشاء اللہ اس مرض موذی سے صحت ہوگی۔ اور باقی نسخہ جات انشاء اللہ آئندہ درج کئے جاوینگے۔

شیرخوار بچوں کی حفاظت

(از جناب حکیم حیدر حسن صاحب متعلم طبیہ کالج دہلی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

بچے کے دانت نکلنا۔ بچے کیلئے دانت نکلنے کا زمانہ بہی بہت سخت اور تکلیف دے ہوتا ہے جو بچہ موٹا تازہ ہوتا ہے وہ دانت نکلنے کی تکلیف کو زیادہ محسوس نہیں کرتا ہے، اور کھیلتے کودتے ہی بچے کے دانت نکل آتے ہیں لیکن جو بچے بہت کمزور اور بہت ناتوان ہوتے ہیں اُنکے دانت بہت مشکل سے نکلتے ہیں اور انکو دانت نکلتے وقت بڑی سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے جب دانت نکلنے لگتے ہیں تو بچے کے مسوڑھے پھول جاتے ہیں، منہ سے رال گرتی رہتی ہے ہر ایک چیز کو بچہ منہ میں دبا کر چوستا رہتا ہے کیونکہ بچے کے مسوڑھوں میں ایک معمولی سی خارش ہوتی ہے جس کی وجہ سے بچہ انگلی یا اور کوئی چیز پکڑ منہ میں لیتا ہے منہ میں لینے سے بچے کے مسوڑھوں کو آرام ملتا ہے آنکھیں دکھنے آجاتی ہیں دست آنے لگتے ہیں بچہ بے چین رہتا ہے۔ اور چڑچڑا ہوجاتا ہے دانت نکلنے کے زمانہ میں بچے بہت سے ضائع ہوجاتے ہیں چھٹے مہینہ سے دسویں مہینہ تک بچے کے دانت نکلنے شروع ہوتے ہیں اور تقریباً دو سوا دو برس کی عمر تک بچہ کے دانت نکل آتے ہیں دانت نکلنے کے زمانہ میں مندرجہ تدابیر اور احتیاطیں مفید ہوتی ہیں۔

(۱) جب دانت نکلنے لگیں تو بچہ کو قبض نہ ہونے پاوے اور سوائے دودھ کے کوئی غذا نہ دینی چاہئے۔ سہاگہ اور شہد ملا کر بچے کے دانت نکلنے والی جگہ پر ملنا چاہئے اس سے دانتوں کے نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ (۲) پسی ہوئی ملیٹھی یا نمک شہد میں ملا کر مسوڑھوں پر ملنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ اور ملیٹھی کا ایک ٹکڑا جا توسے چھیلکر یا بکری کا گردہ نیم بریاں کرکے بچے کے ہاتھ میں دیں تاکہ بچہ چوسے اور مسوڑھوں سے دبادے، اس سے بھی بچہ کے دانت نکلنے میں مدد ملتی ہے۔ (۳) خرگوش کا بھیجا یا مرغی کی چربی علحٰدہ علحٰدہ یا دونوں ایک ساتھ مسوڑھوں پر ملنے سے دانت بآسانی نکلتے ہیں۔ (۴) جب دانت نکلتا ہے تو پہلے مسوڑھے میں اُس جگہ سفید نشان معلوم ہوتا ہے اگر وہ جگہ زیادہ سخت ہو اور بچے کو تکلیف زیادہ ہو، تو فوراً کسی ڈاکٹر سے اُس جگہ پر نشتر سے شگاف دلادینا چاہئے۔ تاکہ دانت آسانی سے نکل آوے۔ روغن زیتون یا روغن کنجد میں گرم پانی ملکر سر اور گردن پر ملنے اور قدرے کان میں ڈالنے سے دانت نکلنے میں سہولت ہوتی ہے۔ (۵) بازاروں میں برقی گلوبند بکتے ہیں۔ جو بچے کے گلے میں ڈالنے سے کہتے ہیں کہ دانت نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ (۶) اور یہ گلوبند مفید بہی ہوتا ہے۔ (۷) برقی گلوبند بنانے کی ترکیب۔ جست اور تانبے کے تار دونوں کے ٹکڑے برابر لئے جائیں پھر دونوں کو آپس میں مثل گلے میں باندھنے والے گنڈے کے جوڑے فیتے کی طرح سے بیا جائے اور پھر اُسکو بچے کے گلے میں اسطرح باندھا جاوے۔ کہ وہ گلے کے چاروں طرف رگوں وغیرہ کو مس کرتا رہے۔ (۸) سرس کے بیج سیاہ مضبوط ریشم کے ڈورے میں مثل تسبیح یا مالے کے پروئیں اور پھر سیاہ کپڑے میں مثل گنڈے کے سی کر حسب طریق مذکورہ بالا

بچے کے گلے میں ڈالیں (۹) اِس زمانہ میں جبکہ دانت نکلتے ہوتا بچے کے منہ میں جھل جھلاہٹ (خارش) ہوتی ہے اسلئے وہ ہر ایک چیز منہ میں رکھ لیتا ہے اور اُسکو اپنے مسوڑوں سے دبا کر چوسنے کی کوشش کرتا ہے - چونکہ وہ جگہ زخمی ہوتی ہے - اگر اسمیں ذرا سی بھی گندی میلی چیز لگ جائے تو بہت زیادہ نقصان کا احتمال ہوتا ہے - لہذا بہت زیادہ نگرانی رکھنی چاہیئے - کہ ذرا سی بھی میلی چیز بچہ کے منہ میں نہ رہنے پائے ہر وقت بچہ کا منہ صاف رکھا جائے

بچہ کی چسنی - بچہ کو چسنی جو دیجاتی ہے - وہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے - کیونکہ بچہ اُسکو منہ میں لیتا ہے اور پھر نکالتا ہے اکثر اوقات وہ زمین پر گر جاتی ہے - اور اسمیں مٹی وغیرہ بھر جاتی ہے جس سے وہ غلیظ اور گندی ہو جاتی ہے - مگر بچوں کو چونکہ تمیز نہیں ہوتی - وہ اُسی طرح پھر منہ میں دھر لیتے ہیں - مٹی میں طرح طرح کی بیماریوں کے کیڑے - تھوک وموت اور میلے کے ذرات وغیرہ ملے ہوئے ہوتے ہیں جو بچے کے منہ میں پہونچکر بہت زیادہ نقصان پہونچا سکتے ہیں - لہذا چسنی کوئی اچھی چیز نہیں ہے اور بچے کو حتی الامکان نہ دینا چاہیئے -

بچہ کو پیار کرنا - عام طور پر ہم لوگوں میں اظہار محبت کے لئے رسم ہے کہ جب کسی بچہ کو کھلاتے یا گود میں لیتے ہیں تو بچہ کا منہ چومتے اور اسکو پیار کرتے ہیں اس سے بچے کے والدین بھی خوش ہوتے ہیں اور دیکھنے والے بھی یہ بات اب سب کو اچھی طرح معلوم ہو چکی ہے - کہ چھوت دار اور متعدی بیماریاں - ایک دوسرے سے مریض کے تھوک اور منہ کی سانس وغیرہ کے ذریعہ پھیلتی ہے بظاہر جلدی سے اور فوراً یہ نہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ کون شخص متعدی امراض میں مبتلا ہے - لہذا اس سے بچاؤ اور احتیاط رکھنی چاہیئے - کہ ہر کس و ناکس - نوکر چاکر وغیرہ بچہ کا منہ وغیرہ نہ چومنے پاویں - اور خود بھی ہر شخص کو چاہیئے کہ کسی کے بچہ کا منہ نہ چومیں -

بچہ کو چیچک کا ٹیکہ لگوانا - سیتلا چیچک ماتا یا بھوانی ماتا یہ ایک بُری چھوت دار بیماری ہے جو تمام دنیا میں ہر ایک انسان نیز ہر قسم کے جانوروں کو ایک نہ ایک مرتبہ ضرور ضرور نکل کر ہی رہتی ہے - لاکھوں بچے اِس موذی مرض میں مبتلا ہو کر ضائع ہو جاتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں بچوں کی زندگی کانے - لنگڑے - اندھے اور بدصورت ہو جانے سے بالکل اکارت اور برباد ہو جاتی ہے - اب اس موذی اور خراب مرض سے بچنے کیلئے دنیا میں جو کچھ تدبیریں ایجاد ہوئی ہیں اُن میں سب اچھی اور مفید تدبیر ٹیکہ لگانے کی ثابت ہوئی ہے -

گورنمنٹ نے اپنی رعایا کی بہبودی اور فلاح کے واسطے قصبہ قصبہ اور گاؤں گاؤں میں ٹیکہ لگانے والے لوگ (ویکسینیٹر) مقرر کر دیئے ہیں (جن کو سرکار کی طرف معقول تنخواہ ملتی ہے) جو ہر شخص کے مکان پر جنکے یہاں بچہ ہوتا ہے - چیچک کا محفوظیت بخش ٹیکہ لگانے کے لئے جاتے ہیں مگر افسوس ہے کہ دیہاتی اور ان پڑھ ہندوستانی بھائی اپنے اپنے بچوں کو ان ٹیکہ لگانے والے (ویکسینیٹروں) آدمیوں سے ایسا بھگاتے اور چھپاتے ہیں، جیسے گڈریا اپنی بھیڑوں کو بھیڑیہ کے خوف سے - چنانچہ بہت سے بچے بغیر ٹیکہ لگے رہ جاتے ہیں، اور آخیر میں چیچک کا ٹیکہ بہت اچھی اور مفید تدبیر چیچک کے مرض کے نقصان سے بچنے کی ہے ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے اپنے بچوں کے عمر بھر میں کم از کم دو مرتبہ ضرور بالضرور یہ ٹیکہ لگوا دے (۱) پہلی مرتبہ جب بچہ چھ ہفتہ کا ہو جائے تو ویکسینیٹر کو بلا کر یا شفاخانہ میں بچہ کو لیجا کر ٹیکہ لگوا دیں (۲) دوسری مرتبہ جب بچے کی عمر سات برس کی ہو جائے تو دوبارہ پھر ٹیکہ لگوا دیا جائے - ٹیکہ لگوا دینے سے بچے کو چیچک کے مرض سے بہت کم نقصان پہونچتا ہے بلکہ بالکل نقصان نہیں ہوتا - ٹیکہ کے لگانے سے بچے کو کوئی خاص تکلیف نہیں ہوتی ہے صرف دو ایک روز تک معمولی بخار ہو جاتا ہے -

اور ایک معمولی سا آبلہ ٹیکہ کے مقام پر اٹھ آتا ہے جو اچھی علامت ہے) اگر ہم لوگ اسمیں اپنی جہالت سے کوئی بگاڑ نہ پیدا کردیں تو چار روز میں آبلہ خشک ہوکر کھرنڈ اتر جاتا ہے اور بچہ بالکل اچھا بھلا رہتا ہے۔ چونکہ یہ ٹیکہ سردی کے موسم میں ہی لگایا جاتا ہے اور گرمیوں میں ٹیکہ کا کام بند ہو جاتا ہے اگر کوئی بچہ آخیر فروری میں پیدا ہوتا تو چھ ہفتے سے پہلے ہی بچے کے ٹیکہ لگوادیں کیونکہ جاڑے کا موسم ختم ہونے پر اکثر چیچک کی بیماری کا زور رہتا ہے۔ لہذا ٹیکہ بچے کے ضرور لگوانا چاہیئے۔

سقراط

(از جناب رحمت الٰہی صاحب)

زمانہ سابق میں سقراط ایک نامور حکیم حضرت عیسٰےؑ کی پیدائش سے تقریباً پانچسو برس پیشتر یونان کے دارالخلافہ ایتھنز میں پیدا ہوا تھا۔

اسکے باپ کا پیشہ بت تراشی تھا وہ اپنے آبائی پیشہ کو چھوڑ کر علماء فضلاء کی صحبت اختیار کرکے علم فلاسفہ کی تحصیل میں مشغول ہوگیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ذہن کی صفائی اور عقل خداداد کی رسائی سے ایسا ملکہ حاصل ہوا کہ تمام یونان میں اس کا شہرہ پھیل گیا۔

اس شخص کے علم و فضل کا کیا بیان ہو سکتا ہے جسکے متعلق تمام مورخین تمام حکما اس امر کے قائل ہیں کہ اس کا نظیر و مثل اسوقت تک پیدا نہیں ہوا یہ وہ شخص تھا جو نکات کو آسمان سے زمین پر لایا تاکہ بنی نوع انسان کو زمین پر سے آسمان پر لیجاوے۔ اسمیں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ غایت درجہ کا ثابت قدم تھا، کوئی آفت یا مصیبت یا حادثہ کا اتفاق ہوتا تو اس دیوتا کے جبین ثبات پر بل تک نہ پڑتا، اسکو ہمیشہ یہی فکر رہتی تھی کہ ہموطن گمراہی کی تاریکی سے نکلکر ہدایت کی روشنی میں آجائیں اور اسی لئے جہاں لوگوں کا مجمع دیکھتا وہیں جا ڈٹتا خواہ حکام کا مجمع ہوتا یا خلقت کا ازدحام ـــ اسے اصلاح رفاہ عام کا کام تھا اہل یونان نے اپنے دستور کے مطابق زور ڈالا کہ وہ شادی کرلے۔ یونان والے اپنے نامور حکما کو لاولد دہ مقطوع النسل نہیں دیکھ سکتے تھے۔ سقراط نے ان کی بات مان تو لی لیکن یہ شرط قرار دی کہ وہ حد درجہ کی بدمزاج اور جاہل عورت کے ساتھ عقد کریگا آخر ایسی ہی عورت تلاش کیگئی اور اس حلیم و بردبار کے پلے باندھ دی گئی۔ سقراط بڑی خوش مزاجی اور فراخدلی سے اس عورت کی بدزبانی و بدمزاجی کو برداشت کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ عام جاہلوں کی تلخ و ترش باتیں سننے کی یونہی برداشت پیدا ہو سکتی ہے۔

علم و حکمت کی قدر و منزلت اس قدر بد نظر تھی کہ اپنے اسلاف کے واسطے کوئی ذخیرہ تحریری نہیں چھوڑا اس کی رائے میں علم و حکمت کو بقید تحریر لانا اسکو ذلیل و خوار کرنا ہے اس کا مقولہ یہ تہا کہ حکمت ایک نفیس جوہر ہے جو فساد سے بری ہے اسکو زندہ نفوس کے سینوں میں ہونا چاہیئے ہے نہ کہ مردار کی کھال پر۔ اس وجہ سے نہ کوئی کتاب تصنیف کی اور نہ ہی شاگردوں کو مطالعہ تحریر میں لانیکی اجازت دی۔ بس زبانی ہی تعلیم دیتا اور شاگردوں کو حافظہ سے کام لینے کی ہدایت کرتا تھا یہ طریقہ سقراط نے اپنے استاد طیاتاوس سے سکھا تہا، فرمانروایان یونان کی عادت تھی کہ وہ دشمن سے جنگ کرتے وقت اپنے

حکماء کو بھی ساتھ لیجاتے تھے اسی دستور کے مطابق سقراط
بھی بادشاہ یونان کے ساتھ میدان جنگ میں گیا سب
تو خیموں میں رہتے مگر یہ حکیم ایک پرانے اور اندھے
کنوئیں میں جا بیٹھتا اور جب صبح ہوتی تو دھوپ میں آکر
بیٹھ جاتا اسی وجہ سے آپکا نام سقراط اکجب رکھا گیا
سقراط کے تجربہ علمی کی وجہ سے دو ہزار جلیل القدر
شاگرد اسکے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔
افلاطون جو کہ دنیا میں بہت نامور حکیم گزرا ہے
اسیکا شاگرد رشید تھا افلاطون کی تصنیفات ان تعلیم
سے مالا مال ہیں جو اسے سقراط سے حاصل کیا مذہب سقراط
ایک دیندار حکیم تھا جسنے کبھی جاہ وعدل وانصاف سے
باہر قدم نہ رکھا تھا، اہل یونان میں مدت سے بت پرستی
کا رواج چلا آتا تھا اور یہی انکا مذہب ودین تھا اس
صنم پرستی نے اس قدر عروج پکڑا کہ مخلوق سے خالقوں
کی تعداد زیادہ ہوگئی۔ سقراط نے بہت استقلال وجوانمردی کے ساتھ بت پرستی کے خلاف وعظ دینا شروع
کیا نبی نوع انسان کو توحید کی ہدایت کی اس کے
شاگرد چاروں طرف پھیلے ہوئے بت پرستی کی منادی
کرتے تھے۔ بالآخر جب استقلال وعقل سے کوئی جواب
نہ بنا، تو حکومت کی طرف سے سقراط پر مرتد ہونیکا فتوے
لگایا اور نوجوانوں کو لامذہب کرنیکا الزام صدر کونسل
نے اولاً بہت فہمائش کی بعد ازاں قتل کی دھمکی دی لیکن
سقراط نے نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ جواب
دیا کہ موت انسان کیلئے بہترین چیز ہے اگر موت نہ
آئے تو انسان خدا کے سامنے کسطرح پہنچے اور اسکی
نیکیوں کی جزا کیسے ملے؟ اور بد اپنی بدی کو کسطرح پہنچے
دینداروں اور دنیا داروں میں کیا تمیز باقی رہے
اس جواب پر تمام ممبران حکومت نے اسکی عزیز استقلال سے
لاجواب ہو کر اسکے قتل کا فتوے صادر کیا چونکہ بموجب رسم
یونان اسوقت تک مجرم کو قتل نہ کرتے تھے جب تک ملک کی تمام
تمام کشتیاں اور جہاز ساحل پر صحیح وسالم واپس نہ آجائیں
اسلئے سقراط کو قید خانہ بھیجا قید خانہ میں بھی اسکی تعلیم
وتلقین اور اعمال وافعال میں کوئی فرق نہیں آیا اور حسب
معمول وہ اپنے مشغلوں میں انہماک کے ساتھ مصروف
رہتا اور چہرہ پر کسی قسم کے آثار بے اطمینانی وحزن وملال
کے پیدا نہ ہوئے یہاں تک کہ ایک روز اسکے دلی دوست
کرائیطو جو کہ اس کے قتل سے ایکدن قبل اس سے ملنے
گیا تو اس نے سقراط کی اسی ثابت قدمی پر سخت تعجب کا
اظہار کیا اور کہا میں نے عمر بھر تمکو ہر حال میں خوش مزاج
پایا لیکن اس مصیبت کی حالت میں سب حالتوں سے
کہیں زیادہ دیکھتا ہوں۔

سزائے موت کی صبح کو جب اسکی زوجہ وعیال وغیرہ
آخری دیدار کیلئے حاضر ہوئے تو سقراط نے سب کو واپس
کردیا اور اپنے سب سے بڑے لڑکے کو یہ وصیت کی کہ
اپنے نفس کی اصلاح کرو یہی میری روح کی خوشی کا باعث
ہوگا۔

بالآخر ایک داروغہ آیا اور اسنے بعد سلام کہا کہ گو میں
جانتا ہوں کہ روئے زمین پر آپکا سا حکیم اسوقت تک
پیدا نہیں ہوا لیکن حکم حاکم سے مجبور ہو کر آپکے قتل کیلئے
حاضر ہوا ہوں اور یہ جام زہر ہے جو آپکے لئے بھیجا گیا
ہے، سقراط نے زہر کا پیالہ لیکر نہایت طمانیت وسکون
کے ساتھ نوش کیا، تمام شاگردوں نے یہ حال دیکھکر نوحہ
وزاری شروع کی اسوقت سقراط نے منع کیا کہ میں نے عورت
واطفال کو مکان واپس کردیا کہ آہ وزاری نہ کریں لیکن
تم لوگوں نے عورتوں اور بچوں سے بھی زیادہ نالہ و
زاری شروع کردی سقراط نے جام زہر پینے کے بعد
جگہ سے حرکت کی اور ٹہلنے لگا لیکن یا زندگی بھی کہ
حال میں بھی نصائح سازی کا دریا لہریں لے رہا تھا او

مرنیوالے کے تیور پر میل نہ تھا جب چلتے چلتے پاؤں کو بل ہوگئے تو وہ چت لیٹ گیا اور نہایت اطمینان سے اس حلیم ربانی نے اکیسو سات سال کی عمر میں اپنی ہموطنوں کی ناقدری کا خمیازہ اٹھا کر عالم جاودانی کی طرف رحلت کی۔

قندِ پارسی

(از جناب مسور رو حافظ مولوی محمد حسن صاحب اختر آنمانی نقشبندی دہلوی)

منکہ سوزان بہ اسیری طربِ خانہ شوم
جلسہ را خاک کنم رونقِ ویرانہ شوم

طالب دید باندازہ کلیمانہ شوم
منکہ با این ہمہ دانش چرا دیوانہ شوم

بشکنم عہد صفت تو بہ زخشتِ خم مے
اے خوشا روز کہ من داخلِ میخانہ شوم

جرعہ نوشِ مے گلگونِ الستم ساقی
دادری کن کہ چرا دور ز میخانہ شوم

فیضیاب لبِ جاں بخش شوم گاہ بگاہ
بدین باعث گہے ساغر گہے پیمانہ شوم

بامید آنکہ بیابم شرفِ دید رخت
بار ہا رقص کنان داخلِ بتخانہ شوم

اختر خفتۂ من کاش کے بیدار شود
بہ ہوائے لبِ میگونِ تو پیمانہ شوم

غزلیات

(حضرت علامہ عظیم برقی)

ہائے اُس رنگین چہرے کا نظام | بتکدے کی صبح میخانے کی شام
چاندنی تیری کلائی کی چمک | چاند بھی تیرے کف سیمین کا جام
تیرا عکس رخ ہے دل کی روح میں | میری جانب دیکھ اے ماہ تمام
ہر طرف ہے میکدہ ہی میکدہ | میری نظروں میں ہے ایک رنگین خرام
وہ نگاہِ ناز میری زندگی | وہ جبین و زلف میری صبح و شام

(حضرت جاوید برقی)

زندگی اس غم کے ہاتھوں مختصر ہونے لگی | ہائے سونے بھی نہ پائے تھے سحر ہونے لگی
عمر گذری روتے روتے شادمانی کیلئے | اب یہ غم کی زندگی بھی مختصر ہونے لگی
انتہائے غم کا یہ عالم ہے دلکے آس پاس | آتش غم بخیۂ زخم جگر ہونے لگی
ہائے کیا انگڑائی لینے کو اوٹھائے اُسنے ہاتھ | ساری دنیا دفعتہً زیر و زبر ہونے لگی
وہ کچھ اس انداز سے دیکھا کئے میری طرف | دلکی ہر اک آرزو مست نظر ہونے لگی
پھونک دے اے پاکبازی محبت کے خیال | اب تمنا طالب ذوق نظر ہونے لگی

اسلئے جاوید حزیں مہر و وفا کا کیا گلہ
مجھ سے جب خود میری دنیا بے خبر ہونے لگی

دنیا کا تماشائی

از جناب سید منشی عابد علی صاحب شیرکوٹی ثم الدہلوی

ہم دنیا میں اسلئے آئے تھے۔ کہ ذرا اس بلغ ہستی کی بھی سیر کر آئیں۔ مگر یہاں پہونچکر سبکو نا آشنا بیگانہ دیکھا جنکو دیکھتے ہی ہم چلا کر رو پڑے۔ وہ بھی ہمارے اختیار میں نہ تھی نہ ہاتھ پانو میں طاقت تھی نہ جسم میں کوئی سکت تھی عدم میں کوئی خواہش کسی سے وابستہ نہ تھی ایک آزادی اور بے خودی کا عالم تھا۔ نہ دوستی تھی نہ دشمنی تھی۔ دنیا میں قدم رکھتے ہی ہمکو خواہشات کی پوٹ ملی جو دیکھتے دیکھتے ہمارے جسم و جان میں تحلیل ہوکر ہماری فطرت بنگئی۔

جن لوگوں کے ذریعے سے ہم دنیا میں آئے تھے وہ ہمارے ماں باپ کہلانے لگے۔ اور وہ ہماری پرورش میں مصروف ہوگئے۔ کچھ دنوں تو ہمنے اونسے بات تک بھی نہ کی، اور نہ انکی زبان ہماری سمجھ میں آئی۔ یہ لوگ بھی عجیب فریبی واقعہ ہوئے ہیں اچھی اچھی چھوٹی چھوٹی چیزیں دکھا کر ہمکو رجہاتے اور بہلاتے رہے آخر انکی خوشنما نرمی نے ہمکو اونسے مانوس کردیا اور انکی زبان بھی ہماری سمجھ میں آنے لگی۔ اور یہ معلوم ہوگیا کہ دنیا میں اکیلا رہ نہیں رہ سکتے۔ وہ تعلیمیں بھی ختم ہوگئیں جنکو تمام تعلیموں کی غایت کہا جاتا ہے۔

دنیا کا پہلا سبق مذہب ہے جنمیں نیکی بدی حلال حرام عذاب ثواب لاکھوں بکھیڑے ہیں۔ ہزاروں مذہب سامنے آئے سب میں اختلاف پایا آخر ان الجھنوں سے بچنے کیلئے ہمنے انہی لوگوں کی تقلید کی جنمیں پرورش پائی تھی سستے چھوٹ گئے۔ مگر آگے چل کر معلوم ہوا ابھی ایسے ایسے لاکھوں کام ہیں۔ جوانی نے صورت دکھائی تو ایک دنیا ہی اور نظر آئی آزادی کا عالم اور بار باشی کا مشغلہ یاروں کے جلسہ احباب کے اکھاڑے آنے لگے۔ باغوں کی سیر تھوں کی تاک جہانک تھیٹروں کی حاضر باشی رہنے لگی ہم کو ان تنگ ہیں پاکر چند دفعہ بہت یاروں نے ملامت کی عیاش اوباش آوارہ ہیولائی سفلہ آدمی کی جون میں شیطان ہمارا نام رکھدیا فرمایہ تو فرمائے آپ دیکھیے کن پرچھیں زنان بازاری پر جنمیں نہ حیا نہ شرم جنکی معاش عصمت فروشی ہے اور ہر ایک کے مواد ہے کیلئے ہر وقت مستعد اور تیار رہتی ہیں اور جنکا لطف خریدا جا سکتا ہے اونکے عاشق ہوگئی جسنے دکھایا سیم و زر۔ اوسپہ لٹو ہوگئی جسکی گرہ میں پایا دام آپنے شہوت پرستی اور عیاشی کا نام محبت و الفت رکھا ہوا ہے۔ اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو شادی کرو دنیا میں آئے ہو تو بھلے آدمیوں کیطرح رہو۔ شادی اسوا سطے انسانی مزور یا تکا جزو اعظم ہے کہ انسان کا کوئی سربراہ کار ہونا چاہیے جو کمائی ہوئے مال کو محفوظ رکھے اور اسکو فضول خرچیوں سے بچاوے شادی سے مرد کو گھر کے دہندوں سے چھٹی ملتی ہے گھر کا انتظام درست ہوتا ہے کمانے کو جی چاہتا ہے بیوی مجسمہ ہے عصمت و عفت کا حیا اور شرم کا مثال ہے خودداری اور غیرت کی اوسمیں حسن ہے لیکن بے پرواہ اور شباب ہے پر استغنا وہ دولت حسن سے مالا مال ہے مصنوعی آرائش سے مبرا ہے اور اپنی سادگی میں فتنہ بے نقاب ہے پاکدامنی اور باوفائی کی نوید ہے ہمدم اور رفیق زندگی ہے بیوی معشوقوں کا معشوق ہے اور خدمتگار کی خدمتگار ہے ہم خورما اور ہم ثواب ہے، اسکے علاوہ بیوی سے خدا کی مخلوق بھی بڑھتی ہے خاندانی مسرت حاصل ہوتی ہے اور لطف عشرت اعتدال کے ساتھ حاصل ہوتا رہتا ہے بات معقول ہی سمجھ میں آگئی۔ دوستوں اور عزیزوں کی کوشش سے شادی ہوگئی۔

بیوی بھی حسینہ مہ جبین برس پندرہ کا یا کہ سولہ کا سن۔

مرادوں کی راتیں جوانی کے دن - اوبہشتی کوپل گدرایا ہوا بدن پستہ لب بادام چشم سرو قد - ہر دو پستان چون انار چہرہ اللہ الصمد برقرار دلیں گویا بیوی کی بیوی اور ولایتی میوہ کی خورجی ہاتھ آئی - بی بی کی پارسائی سلامت روی صلح کلی خوش انتظامی نے گھر کو جنت بنا دیا دن عید رات شب برات ہوگی عیش میں بسر ہونے لگی -

آخر یہ عیش اپنا رنگ لایا - اللہ میاں کی مخلوق پیدا ہونی شروع ہوئی - اب اولاد ہے کہ آندی کے آموں کیطرح گدا گد گر رہی ہے ٹپک ہی ہے نزول فرما رہی ہے بی بی صاحبہ کی یہ کیفیت ایک گود میں تو ایک پیٹ میں ایک اونگلی پکڑے ہوئے دو چار دائیں بائیں آگے پیچھے - خبلے وبتہ ون اور بال بوس سے انکو کسی وقت چھٹکارہ نہیں ملتا دق ہوئے جاتے ہیں لگی جاتی ہیں ہم ضروریات کو پورا کرتے کرتے تھکے جلتے ہیں مگر وہ پورا ہونے میں نہیں آتیں - ..... کا ڈنڈ ہے جو کسی طرح ادا نہیں ہوسکتا -

دنیا میں یہ عجیب بات دیکھی جسقدر زمانہ کے ساتھ بڑھتے جاؤ اوسیقدر ضرورتیں دقتیں جھگڑے بکھیڑے زیادہ ہوتے جاتے ہیں -

خدا جانتا ہے بڑی بلا میں گرفتار ہیں، کچھ بن نہیں پڑتا چھٹکارہ محال ہے - کسی نے خوب کہا ہے -

بہ آدم زنی بہ شیطان طوق لعنت ؛ بیسر دند خدا زرہ تکریم تذلیل
ولیکن در اسیری طوق آدم ؛ گران تر آمد از طوق عزازیل

سعدی صاحب بھی خوب فرماتے ہیں -

باجا ازین زن حال من ابتر است ؛ در گلویم سنت پیغمبر است

اگر خدا نخواستہ بی بی دنیا سے اوٹھ جاوے تو خانہ ویرانی ہوجاوے - اور جو مصیبت آوے بیان کی لبو آوے گھر کا خمیر ہی بگڑ جاوے اور میاں جیتی میں جون نئے پہریں اور کوئی پرسان حال نہ ہو - اولاد جو سرمایۂ حیات ہے اور بر باد ہوجاوے اوسکو کوئی سرپہ ہاتھ دھرنے والا بھی نصیب نہ ہو - بس ثابت ہوا بی بی کا وجود اللہ میاں کیطرف سے طوق عزت اور رسول کی سنت کا ہار اور دنیا اور اعزا کی طرف سے پیدائش اوسکے ڈھول ہر دنیا کے جھگڑے ایسے ہیں کہ کیا مجال انسان انسے چھٹکارہ پاسکے جوانی کی امنگیں والدین احبا اور اعزا کا اصرار اور دباؤ اور فطرت کا تقاضا اسکا حصہ نہ بنا اولاد بھی لوٹ پوٹ کر خدمت گزاری و رکاب برداری کے قابل ہوجاوے گی صبر درد کا رہی، صبر کرنے صبر بچانہ رہی یہ سچ ہے انسان خوشی کو پسند کرتا ہی لیکن جس خوشی میں فکر ہو وہ خوشی خوشی نہیں ہے اے عالم کے رہنے والو اگر تم سچی خوشی چاہتے ہو تو کبھی دنیا کا نام نہ لینا ہے تو بڑی بیوقوفی کی جو دنیا میں آئے

"اُس کے حضور میں"

(از محترمہ مس لیلیٰ لکھنوی)

گا وہی نغمہ ایک بار پھر گا ؟

للہ اپنے بربط کے شریں تاروں کو اپنے خوبصورت
ہاتھوں کی جنبش سے بیدار کر دے اور ایسا گیت گا جس
سے کائنات کا ذرہ ذرہ مسحور ہو جائے ، ستارے بیدار
ہو جائیں قمر اپنے حسین چہرہ سے سیاہ نقاب ہٹا کر بیخود ہو
جائے ۔ ہوا کے سرد جھونکے ٹھیر جائیں —— دریا
کی مست لہریں بھسم ہو جائیں —— اور آہ میں
دنیا سے بیخبر ہو جاؤں —— گا
دیکھ بہار آئی ہے سبز خلعت پہنے غنچیں کھل رہے
ہیں کلیاں چٹک رہی ہیں دنیا کی ہر چیز شادماں ہے ۔
ستارے آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہیں —— گا
—— دریا کنارے بیٹھ کر تو اپنے بربط کے سریلے
تاروں کو چھیڑ دے اور ایک ایسا نغمہ پیدا کر جس سے
صحرا کے خوبصورت جانور اور دلفریب چڑیاں تیرے
چاروں طرف جمع ہو جائیں بلبل اپنا راگ بھول جائے
نسیم سحری خاموش ہو جائے مسافر اپنا راستہ بھول جائے
اور میں بیخودی کے عالم میں مدہوش ہو جاؤں ——
گا —— خاموش کیوں بیٹھا ہے —— کیا
تو میری فریاد نہ سنے گا —— نہیں —— نہیں
ایسا نہ کر مجھے —— ایک بار وہی درد بھرا راگ سنا دے
تری —— شیریں آواز فضا میں گونج اٹھے گی
اور —— ترا بربط کا میٹھا نغمہ —— میرے
جذبات میں ایک ہیجان برپا کر دے گا ۔
گا —— اور اس خاموش تاریکی کے
سیاہ پردے کو توڑ دے
اپنی دلکش آواز سے نظام کائنات کی ہر چیز
کو جگا دے ——
اُف —— تری آواز میں بلا کا
سوز ہے ! —— قیامت کی
کشش ! جب تو گانے میں محو ہو جاتا ہے تو میرا
بیقرار دل بے اختیار یہ ہی چاہتا ہے کہ ایک رنگین
چڑیا بن کر پہاڑ کی سیاہ چوٹی پر پرواز کر جاؤں
—— اور —— دنیاوی
غموں سے نجات پاؤں ——
سنا دے خدارا وہی سا راگ سنا دے
اور مجھے ایک بار صرف ایک بار اور بیخبر
کر دے ——
کیا تو میری اس التماس کو نہ قبول کرے گا
—— آخر کیوں ؟
کوئی میری خطا —— کوئی
قصور ——
بتلا —— للہ اس
خاموشی کے پردے توڑ دے ۔
اگر —— در اصل مجھے
کوئی —— خطا —— ہو گئی ہو ——
تو میں —— تیرے
حسین قدموں —— پر اپنا
سر جھکا کر —— اپنی
خطا کی —— تلافی
—— کر لوں ——
بول کیا تو اب بھی نہ گائے گا ؟
(از مس لیلےٰ لکھنوی)

(خاص جام صفا کیلئے)

نہایت لطف ←

طور کلیم

(از جناب مصور درد حافظ مولوی محمد حسن صاحب اختر نعمانی نقشبندی دہلوی)

دل فنائے ذوق و شوقِ لذتِ نظارہ ہے
گویا نظارہ کا حاصل عبرتِ نظارہ ہے

اے فسردہ دل تڑپ تھوڑی سی جولانی کہاں
برق کو مجھ سے سوالِ ہمتِ نظارہ ہے

طور ایک ذرہ ہے اُس کی جلوہ گاہ ناز کا
یک قدم تا لامکاں یہ وسعتِ نظارہ ہے

اب وہاں ذوقِ خود آرائی کو ہے تحریکِ ناز
اب مچلنے کا محل اے حسرتِ نظارہ ہے

لذتِ وارفتگی اہل طلب سے پوچھیے
موسیٰ عمران کو اب بھی جرأتِ نظارہ ہے

اب ہوائے سیر گل سے دل اُٹھا اے عندلیب
گریۂ شبنم بگل یہ رخصتِ نظارہ ہے

اے دلِ بیتاب سے اب تو مچلنا چھوڑ دے
سامنے وہ دو قدم پر جنتِ نظارہ ہے

اب تمہیں بھی چاہئے پردے اُٹھا دو ساز کے
اب مجھے ذوقِ طلب ہے حسرتِ نظارہ ہے

تم تو کہتے تھے کمالِ ذوق حاصل ہے مجھے
حضرت اختر تمہیں کیوں حیرتِ نظارہ ہے

افسانہ

بدنصیب سہیلی

(گذشتہ پیوستہ)

(از جناب محمد طاہر صاحب فاروقی شملہ)

اچھا تو ہماری یہ حالت تھی اور زمانے کی رفتار بدستور اسی صورت سے چلی جا رہی تھی۔ سورج صبح کو نکلتا اور شام کو غروب ہو جاتا۔

چاند نظر آتا اور آہستہ آہستہ پورا ہو کر زائل ہو جاتا۔ سردی، گرمی، خزاں، بہار نت نئے طریقے سے آتے اور گزر جاتے۔ ہماری یہ حالت تقریباً دو سال تک رہی۔ اسی دوران میں ہر قیمتی چیز جو گھر میں تھی فروخت ہو گئی اور ظاہرہ کوئی امید ایسی نظر نہیں آتی تھی جس سے آیندہ کوئی بہتری کی صورت نظر آتی۔ الغرض بزرگ والد صاحب نے بھی ہم سے پہلو تہی کی اور دنیا کے آرام و افکار کی دولت کو جو ورثے میں چھوڑی تھی ہمیں سونپ کر وہاں پہنچے جہاں والدہ محترمہ اس سے قبل تشریف لے گئی تھیں۔

اللہ انکو جنت نصیب کرے۔ آمین۔ . . . . .

اچھا بہن اب تنہا بے وسیلے و بے یار و مددگار رہ گئے چھوٹے بہن بھائی میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں تھا جو میرا سہارا بنتا۔ عزیزوں نے پہلو تہی اختیار کی۔ اہل محلہ نے بھی بات کرنی چھوڑ دی، میری عمر اسوقت سترہ سال کے لگ بھگ تھی، بس آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میں کس قسم کی مصیبت میں مبتلا ہونگی اور کس قسم کے افکار نے مجھے گھیر رکھا ہوگا۔ دل محزوں میں یاس کے علاوہ کوئی بھی ایسی جھلک نظر نہیں آتی تھی جو کم از کم ایک لمحے کے لئے مجھے اس سے نجات دلا سکتی۔ ناقوں نے ہمارا خیر مقدم کیا اور ہم نے نہایت جبر و استقلال کیساتھ انکی عزت افزائی کی۔ میری حالت اسوقت مانند اس دلوی کے تھی جسکو ہمیشہ مصیبتوں میں رہتے ہوئے زندہ رہنے کی بد دعا دی گئی ہو۔ نہ معلوم کونسا گناہ یا تقصیر مجھ سے ایسا سرزد ہوا تھا جسکی تلافی میں مجھکو یہ سزا دی جا رہی تھی۔ ہوش و حواس ساتھ چھوڑنے لگے تھے۔ صبر و استقلال حقیقت میں رخصت ہو جانا چاہتے تھے۔ روتے روتے آنسو بھی نکلنے بند ہو گئے۔ آہیں حلق میں گھٹ کر رہ جاتیں۔ مگر کیا تھا ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ اکثر یا تو آہ و زاری کی آواز سنائی دیتی یا بھیانک خاموشی چھائی ہوئی دکھائی دیتی۔ دنیا کے کہتے ہیں منحوس، بدقسمت۔ اور نہ معلوم کن کن لفظوں میں یاد کرتے۔ وہ کہتے اور ہم سنتے۔ خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتی، تکلیفوں کا مقابلہ کرتے کرتے ہم عادی بن گئے اور ہر روز کی نئی مصیبت کو جو خورشید کی شعاع اولین کیساتھ ہمارے اوپر نازل ہوتی نہایت صبر و شکر کیساتھ برداشت کرتے۔

. . . . . . اور . . . . . . ہاں . . . . . . ایک رات میں سو رہی تھی۔ سو تو کیا رہی تھی ہلکی ہلکی غنودگی سی طاری تھی۔ والدین کی صورت میرے دماغ میں چکر لگا رہی تھی مجھکو یہ کامل یقین ہو چلا تھا کہ وہ ہنوز زندہ ہیں کیونکہ انکے چہرے بجائے غمگین ہونے کے مسرت لئے ہوئے تھے۔ اس یکایک کی تبدیلی سے میں کچھ حیران سی ہو رہی تھی

گو میں ہنسنے کی کوشش کرتی تھی مگر میرے لب ایسا معلوم
ہوتا تھا کسی نے سی دیئے ہیں، ایکبارگی کیا دیکھتی ہوں کہ
آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا اور ایسا محسوس ہوا کہ
میری ہی جانب نہایت سرعت کے ساتھ چلا آ رہا ہے، اُسکی
روشنی برابر بڑھتی جا رہی تھی۔ اور حقیقت میں ایسا معلوم
ہو رہا تھا کہ میرے اوپر ہی گرا چاہتا ہے۔ میں نہایت
پریشان ہوئی اور بری طرح گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔ جب دماغ
درست ہوا تو اُسکو میں نے صرف دماغ کی خرابی اور
پریشانیوں کی بنا قرار دیا۔ میں ابھی پوری طرح سنبھلی
بھی نہیں تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی
پہلے تو میں خاموش رہی مگر جب برابر کنڈی کھٹکھٹانے
کی آواز اور پیہم خالو جان خالو جان کی صدائیں
سنا تو میں نے ہمت کرکے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ میرے
خالہ زاد بھائی حمید ہیں جو اوائل عمری میں مادری
اور پدری سائے سے محروم ہو چکے تھے اور ہماری
طرح بدنصیبی کا جامہ پہن کر کہیں باہر چلے گئے تھے
نام جو میں نے سنا تھا اور بچپن میں جو صورت دیکھی
تھی میں صاف طور پر پہچان گئی، خیر مقدم تو کیا
کرتی۔ البتہ میں نے آہ و زاری شروع کر دی، تمام
حال سے اُنکو آگاہ کیا۔ جس پر اُنہوں نے ہماری
ہمنوائی کی۔ اہل محلہ ہماری اس قسم کی حرکت سے
دن میں تو ہمدردی ظاہر کرتے مگر رات کو اُنکو
یہ ناگوار گزرتا۔ ہم نے ابھی آہ و زاری ختم ہی نہ کی
تھی کہ ایک پڑوسن صاحبہ چلا کر کہتی ہیں "اے لڑکی
سب کے ہی مرتے آئے ہیں اب رات کو کسی کو سونے
بھی دو گی" میں کیا جواب دے سکتی تھی۔ البتہ بھائی
صاحب نے سنا جس پر وہ جواب دینا ہی چاہتے تھے
مگر میرے منع کرنے پر خاموش ہو رہے، رات بھر
ہم گفتگو کرتے رہے اور اُنہوں نے میری ہمدردی
میں ہر امکانی صورت سے امداد کرنیکا وعدہ کیا، مجھکو
اسوقت ایسا محسوس ہو رہا تھا، کہ کہیں کوئی گہرائی میں
سے مجھکو اوپر کی طرف لا رہا ہے اسی دوران میں اُنہوں
نے اپنی داستان سنائی جو حقیقت میں حادثات سے پُر تھی
مگر کیونکہ وہ مرد ذات تھے اس لئے اُنکو نہایت آسانی
سے برداشت کر لیا تھا اور ایک کامیاب آدمی بن گئے
تھے۔ ہم ایک دوسرے کے غمخوار بن گئے۔ اُنکا مشغلہ
اِن دنوں تجارت کا تھا اور اسی میں اُنہوں نے
کافی روپیہ پس انداز کر لیا تھا۔ اُنکا شمار کافی بڑے
سوداگروں میں ہوتا تھا۔ تجارت کا سلسلہ اُنہوں
نے وہیں شروع کر دیا جسکی وجہ سے ہماری تاریکی یکبارگی
زائل ہو گئی اور تنہائی بھی ختم ہو گئی۔ افلاس دور
ہو گیا۔ چہروں پر چمک پیدا ہو گئی۔ بدنصیب سے
خوش نصیب بن گئے۔ غرضکہ دن گزرتے ہوئے اب
معلوم نہ ہوتے تھے ....

حمید ایک بھولے ہوئے راستے کے قافلے کے سردار بن گئے
تھے جسکی وجہ سے ہماری دُرست منزل سامنے نظر آ رہی
تھی۔ ہم ایک دوسرے کا حتی المقدور خیال رکھتے
ظاہرہ حالت میں ہم بالکل ٹھیک تھے، مگر اب خود بخود
ہمارے درمیان ایک حجاب سا حائل ہوتا ہوا نظر آیا
میں بھی اپنے اندر کچھ تبدیلی محسوس کر رہی تھی۔ خیالات
کا ہجوم گھیرے رہتا جسکی وجہ سے میں اب اور طرح کی
پریشانی کا اضافہ دیکھتی۔ میری آواز اُنکے سامنے بات
کرتے ہوئے گھٹنے لگتی۔ زبان میں اینٹھن سی محسوس
ہوتی اور اعضا میں ارتعاش معلوم ہوتا۔ یہ سب کچھ
تھا مگر کوئی مقصد سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ یہ حالت کچھ
میری ہی نہیں تھی۔

حمید بات کرتے تو اُنکی نگاہیں جھک جاتیں اور
بات وہ بھی ٹھکانے سے نہ کر سکتے، عجیب قسم کی پریشانی

تھی۔ میں اکثر ان باتوں کا خیال کرکے ہنستی بھی اور پشیمان بھی ہوتی۔ اُنکی آمد کا انتظار تو نہ معلوم کس قدر بےچینی سے کرتی مگر جب وہ آجاتے تو سامنے جانیکی ہمت نہ پاتی۔ انکا رویہ بھی یہ ہوگیا کہ مجھ سے کوئی بات نہ کرتے بلکہ کسی چھوٹے بہن بھائی کے ذریعہ سے مجھ تک پہنچاتے میں ایک الجھن میں پھنسی ہوئی تھی جسکی کوئی ترکیب ایسی نظر نہیں آتی تھی جس سے یہ رکاوٹ دور ہوجاتی ہماری زندگی مانند فرشتوں کے گزر رہی تھی مگر نہ معلوم کہاں سے یہ خلش پیدا ہوگئی تھی۔ مجھ میں تو خیر نسوانیت کی وجہ سے یہ بات پیدا ہوگئی تھی مگر نہ معلوم وہ کیوں اسقدر شرمیلے بن گئے تھے۔ اُنکی اس حرکت نے اور بھی مجبور کردیا کہ میں اُن سے گفتگو نہ کروں۔ چنانچہ ہم خاموش تھے اور مطمئن بھی۔ اسی دوران میں اہل محلہ ہمارے غمگسار بن گئے اور خدا بھلا کرے حسن بی کا وہ تو نہ معلوم کیوں اسقدر مہربان ہوئیں کہ زیادہ وقت میرے ہی پاس گزارتیں جسکی وجہ سے مجھے بھی ہمت بندھ گئی اور میں اُنکو بجائے ماں کے سمجھنے لگی۔ آہستہ آہستہ اُنہوں نے نہ معلوم کیا منتر حمید پر بھی پھونکا کہ وہ بھی اُنکے پیرو ہوگئے اور کچھ ایسا جال پھیلایا کہ حمید سے میری شادی ہوگئی۔ اب میں ہر طرح کی الجھنوں سے آزاد تھی سوائے اس کے کہ مجھے حمید کے آرام کا فکر رہنے لگا۔ اُنکی عادت و مزاج سے تو کچھ پہلے ہی سے واقف تھی اب زیادہ غور سے اُنکی خدمت کے انجام دینے میں کوشش کرنے لگی۔ وہ بھی میری کاوشوں کا صلہ نہایت فراغ دلی سے دیتے اور میری دلدہی کی ہر امکانی کوشش کرتے ہماری زندگی نہایت خاموشی اور سکون کے ساتھ بسر ہورہی تھی۔ دو دونوں میں ایک ایسی دنیا آباد تھی جہاں سرور وکیف کی بارش ہوتی اور ہماری راحت و آرام کی کھیتی سرشاریوں میں مست ہوکر جھومتی ہم ایک دوسرے

کو دیکھکر جیتے تھے۔ پلوں کی جدائی گھنٹے بن بن کر گزرتی یاد ایام اگر بھولے سے یاد بھی آتے تو لمحوں کی کاوشیں پیدا کرکے گزر جاتے۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھکر ہر مصیبت بھول جاتے۔ یاد ماضی ایک افسانہ بن کر رہ گئی۔ دنیا کا ہر ذرہ ہمیں مسرور نظر آتا، باد بہاری کا ہر جھونکا کیف سے لبریز کردیتا۔ ساون کی اودی اودی گھٹائیں پیام مسرت لاتیں۔ گلشن کا ہر غنچہ چٹک کر مبارکباد پیش کرتا ہوا نظر آتا۔ تارے ہمیں دیکھکر مسکراتے۔ چاند مشفقانہ نظر ڈالتا ہوا دیکھتا اور چلا جاتا برسات کی شرابور مبارک راتیں ہمیں بیخود بنا دیتیں اخلاص و محبت کی اُن رنگینیوں میں ہم کھوئے ہوئے تھے کہ ہمیں کسی چیز میں بھی تلخی محسوس نہیں ہوتی تھی ہماری روحیں ایک دوسرے کے نغموں میں مرتعش ہورہی تھیں۔ ایک اہتزاز تھا جو ہماری منزلوں میں کام آرہا تھا اور آئندہ کے تلخ حادثوں کا خیال بھی نہ آنے دیتا تھا۔ جب ہم مسکراتے تو نور کی چادریں پھیلتی ہوئی معلوم ہوتیں۔ غرضکہ ایک آندھی تھی جو ہمیں اُڑا لئے جارہی تھی اور ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ کہاں جاکر ہماری منزل ختم ہوتی ہے۔ آجتک مجھے یہ یاد نہیں کہ کبھی ہمیں ایک دوسرے سے کسی قسم کی شکایت ہوئی ہو۔ میری وہی حالت تھی کہ اُنکی مسکراہٹ سے مست و بیخود ہوکر مانند ہرنی کے اپنی راہ بھول جاتی... اور وہ .... وہ مجھکو دیکھکر ہر مصیبت کو بھول جاتے۔ محبت کا رس ہماری رگ رگ میں ساری ہوگیا تھا اور دل کے دلکش نغمے ایک دوسرے کے حریم جمال پر نثار کررہے تھے۔ غرضکہ میں کیا بیان کروں کہ ہم کیا تھے۔ خداوند کریم ہر معصوم دوشیزہ کو اُس طرح کی زندگی عطا فرمائے جو اُس وقت میری تھی۔

باقی آیندہ

ناآشنائے عالم

عرف

انتقام زن

پیرس ۱۸۱۵ء میں

(گذشتہ سے پیوستہ)

مترجمہ مسٹر انیس الحق صاحب حقی

... نعمان دہلوی

ڈریلوڈ چند لمحات کے لئے اسی میز کے پاس تنہا چھوڑ دیا گیا جہاں جھلملاتی ہوئی شمعیں ہی محض اسکا ساتھ دیر ہی تھیں، وہ اسقدر سرعت سے گذرنے والے واقعات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور کسی نا معلوم جذبہ سے اثر پذیر ہو کر کھڑا ہو گیا اسکے حلقۂ چشم میں گردش کرتی ہوئی سیاہ آنکھیں اس کمرہ میں کسی اپنے دوست کی تلاش میں مصروف تھیں لیکن وائے ناکامی جہاں ویکمینٹ کو اسقدر غرور و وقار حاصل تھا اور اسقدر سہولتیں اسکے لئے بہم پہنچتی تھیں وہاں ڈریلوڈ کو محض اسکی فراوان دولت کے باعث صرف آنیکی ہی اجازت تہی۔ ورنہ نہ تو کسی کو اس سے کوئی دلچسپی تہی اور نہ ہمدردی اور نہ کوئی خاص اہمیت حاصل تھی۔

گو اسکے ملاقاتی اور آشنا بکثرت تھے جو محض اسکی دولت کے سبب سے اسکی خوشامد اور چاپلوسی میں مصروف رہتے تھے لیکن حقیقت میں کوئی بھی اسکا دوست نہ تھا۔ اور یہ آج پہلا ہی موقع تھا کہ یہ امر روز روشن کی طرح اسپر واضح ہو گیا۔

یہ سب لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ ڈریلوڈ نے یہ تفیہ خود مول نہیں لیا تہا۔ بلکہ ان واقعات کے دوران میں اس نے جس شرافت اور متحمل مزاجی سے کام لیا تہا وہ اپنی آپ نظیر تہا اور ہر شخص اسکی متحمل مزاجی کا مداح تہا۔ لیکن ایسی حالت میں جبکہ ان تمام باتوں کا نتیجہ بر آمد ہونے والا تھا کسی نے بھی التفات نہ کیا اور نہ کوئی شخص اسکا ساتھی بنکر ڈویل میں شرکت کرنے کے لئے آمادہ نظر آتا تھا۔

"اجی جناب کیا آپ اپنا کوئی شریک کار منتخب نہ فرمائینگے؟" بولنے والا شخص نوجوان مارکوئیس ڈی دلفرینج تھا، جو ذرا انداز تکبر و خودداری سے مسخرانہ التفات ظاہر کرتے ہوئے ڈریلوڈ کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ کیونکہ یہ اتفاق زمانہ اسکو فرانس کے شریف ترین نوجوان سے ڈویل کرنے کی عزت و فخر حاصل ہونے والا تہا۔

ڈریلوڈ (سرد مہری سے) کیا آپ مہربانی فرما کر میرے لئے ساتھی کے انتخاب کرنیکی زحمت گوارا نہ فرمائینگے؟ مجھے توقع ہے کہ آپ اچھی طرح سے واقف ہیں کہ پیرس میں میرا کوئی دوست ہی نہیں ہے۔

مارکوئیس جو ایک متکبر و تمسخر باز نوجوان تہا۔ اور جو اپنا حق تقدم کرتا تہا کہ اس سے ہمیشہ طرز نو کی پیشوائی کرے۔ آداب مجلس و ڈویل کے متعلق ہدایات لیا کریں۔ اظہار ادب سے ذرا سر کو جنبش دیکر اور اپنے نفیس رومال کو ہلا کر زیر لب فخریہ انداز سے مسکرایا اور اپنی اظہار پسندیدگی کے لئے حاضرین پر ایک غائر نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھا۔

مارکوئیس ایک خوش خلق انسان تھا۔ جو اپنی خوش

پوشاکی و خوش خوراکی میں ضرب المثل تہا۔ یہ مانی ہوئی بات تہی کہ وہ اپنی تن آسانی۔ آسائش و آرام کو سب باتوں پر ترجیح دیتا تہا۔ لیکن پھر بھی وہ اس آنے والی ٹریجیڈی میں ایک نمایاں حصہ لینے کا آرزو مند تھا جو اس قمار خانہ میں وقوع پذیر ہونے والی تہی، اور حسب اتفاق ڈریلوڈ کے متذکرہ بالا استدعا نے اسکو اپنی اس آرزو کو پورا کرنے کا کافی موقع دیدیا تھا۔

چنانچہ سب سے پہلے اس نے ان نوجوانوں کا جائزہ لیا جو مرغ زریں بنے ہوئے ویکمنٹ کو گھیرے کھڑے تہے اور پھر وہ دوسری جانب متوجہ ہوا جہاں ادھیڑ عمر کے تجربہ کار اور سلجھے ہوئے لوگ کھڑے ہوئے اس نظارہ کو بچشم عبرت دیکھ رہے تھے۔ اور ان میں سے ایک شخص کی طرف متوجہ ہوا جو وضع قطع سے کوئی فوجی آفیسر معلوم ہوتا تھا۔ اور ذرا بھورے رنگ کا میلا سا کوٹ پہنے ہوئے تھا۔

مارکوئیس۔ (متانت سے خم ہوکر) جناب کرنل صاحب مجھے مسٹر ڈریلوڈ نے اس ڈویل کے لئے کسی ساتھی کے انتخاب کرنے کا فخر بخشا ہے اور میں آپکو کیا مدعو کر سکتا ہوں کہ .... ؟

کرنل (قطع کلام کرتے ہوئے) ہاں کیوں نہیں۔ میں مسئلہ ڈریلوڈ سے اچھی طرح واقفیت تو نہیں رکھتا لیکن چونکہ آپ انکی جانب سے بحیثیت ضامن کے موجود ہیں تو پھر جناب مارکوئیس صاحب میں......

مارکوئیس۔ (اطمینان سے قطع کلام کرتے ہوئے) آپ خوب جانتے ہیں کہ یہ محض خانہ پری ہے۔ اور مسٹر ڈریلوڈ بادشاہ کے مصاحب خاص ہیں اس لئے ایک یقینی ایک ذی مرتبہ و باعزت آدمی ہیں۔ لیکن میں انکا ضامن نہیں ہوں بلکہ مارقی میرا دوست ہے اس لئے عرض ہے کہ اگر اب اسکو بہ نظر ناپسندیدگی دیکھتے ہیں تو..........

کرنل (منتظر استعفا میز کے پاس کھڑے ہوئے شخص کو دیکھتے ہوئے) اگر مسٹر ڈریلوڈ میری ناچیز خدمات قبول فرمائینگے۔ تو میں ہر طرح انکی خدمت کرنے کے لئے آمادہ ہوں..... اور........

مارکوئیس۔ (سرگوشی سے ذرا طنز کے ساتھ) عزیز کرنل وہ تو بخوشی قبول کریگا۔ کیونکہ وہ ہمارے طبقہ میں کوئی دوست نہیں رکھتا۔ بلکہ اگر آپ اور مسٹر ڈی کوارٹر اسکو یہ عزت بخشینگے تو وہ ضرور رہین منت ہوگا۔

مسٹر ڈی کوارٹر کرنل صاحب کا نائب تھا۔ اور اپنے آفیسر کے نقش قدم پر چلنے کے لئے ہر وقت تیار تہا۔ چنانچہ حسب قاعدہ دونوں نے مارکوئیس کو ادب سے سلام کیا اور فوراً مسٹر ڈریلوڈ سے گفتگو کرنے دوسری جانب چلے گئے۔ کرنل۔ مسٹر ڈریلوڈ اگر آپ میری اور میرے نائب کی خدمات منظور فرمائیں تو ہم لوگ اپنے آپکو آپکی خدمت کے لئے وقف کرتے ہیں۔

ڈریلوڈ۔ میں آپکا ممنون احسان ہوں، لیکن میری نظروں میں ابھی تک ان واقعات کی حیثیت ایک خندہ انگیز ملوانگ سے زیادہ نہیں ہے۔ اور نوجوانوں ویکمنٹ عقل سے معرا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مجھ سے تھوڑی سی غلطی سرزد ہوگئی ہے جس کے لئے میں.........

کرنل۔ (سردمہری سے قطع کلام کرتے ہوئے) تو کیا آپ عفو تقصیر کے خواہاں ہیں ؟

بہادر کرنل نے ڈریلوڈ کے آبا و اجداد کے متعلق پہلے ہی کچھ سن چکا تہا اور اب بحالت موجودہ اسکے دل سے ڈریلوڈ کی وقعت ذرا کچھ کم سی ہونے لگی۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہونے پر بھی کمتر درجہ کے لوگوں کا ہی طریقہ شمار کیا جاتا ہے

اور وہ ایسی نامناسب و رکیک حرکات کو دیکھکر محو حیرت ہوگیا ایسی حالت میں خواہ غلطی ہی سرزد کیوں نہ ہوئی ہو عذرخواہی لاتوبہ۔ توبہ۔ معاذ اللہ کسقدر نفرت انگیز بزدلانہ اور مرتبۂ شرافت سے بعید معلوم ہوتی تھی۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا تھا کہ شاہی رسالہ کے دو بہادر ایسی ذلیل وحیا سوز حرکت کے متحمل ہوسکتے تھے۔ لیکن لیکن ڈریلوڈ غافل تھا کہ اسکے اس فقرہ کو اسقدر سخت معنی پہنائے جارہے ہیں۔

ڈریلوڈ۔ ہاں اگر یہ ممکن ہو کہ یہ لڑائی کا قصہ ختم ہوجائے تو میں یہانتک تیار ہوں کہ میں رجمنٹ سے یہ کہدوں کہ میں انکی اور اس عورت کی داستان عشق سے محض ناواقف تہا اور اس زیر بحث مسئلہ سے مجھے کوئی سروکار نہ تہا، ورنہ

کرنل (بے صبری سے بات کاٹتے ہوئے) تو حضرت آپ تلوار کے ذراسے گھاؤ سے اسقدر خائف ہیں کہ آپ معافی خواہ ہونے کے لئے آمادہ ہیں؟

اس گفتگو کے دوران میں ڈی کوارٹرنے بہی اپنی امیرانہ ابروئیں حقارت و تعجب سے بے اختیار ہوکر اٹھائیں

ڈریلوڈ۔ تو کرنل صاحب کیا آپ کا مطلب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کرنل (ڈریلوڈ کی صورت سے بزدلی کا اظہار ہوتے ہوئے دیکھکر تیزی سے) جناب یا تو آج رات آپ کو رجمنٹ سے ڈویل کرنی پڑیگی ورنہ مہربانی فرماکر کل آپ پیرس سے کہیں اور تشریف لے جاویں کیونکہ ہمارے طبقہ میں آپکی کچھ عزت وحیثیت باقی نہ رہیگی اور ہر شخص آپ پر نفرین کریگا

ڈریلوڈ (متانت سے تلوار کو نیام سے نکالتے ہوئے) کرنل صاحب میں آپکی واقفیت اور تجربہ کو تسلیم کرتا ہوں۔

ادھر تو یہ گفتگو زیر بحث تہی اور ادھر صدر دالان کا درمیانی حصہ صاف کیا جارہا تہا۔ ہر دو فریقین کے ہمراہیوں نے تلواروں کی لمبائی ناپی اور پھر نہایت خاموشی سے تماشبین گروہ سے آگے اور لڑنے والوں کی پس پشت کھڑے ہوگئے۔ تمام کمرہ حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور ہر شخص نہایت گہری دلچسپی سے لڑنے والوں کی جانب نگراں تھا ۱۷۸۲ء کے یہی لوگ فرانس کے وہ مایۂ ناز نونہال تھے جنکو حسب ونسب۔ شرافت اور بہادری پر ناز تھا اور انکے دماغ میں ہم چنیں دیگر نیست کا خبط سمایا ہوا تہا۔ انہیں کیا خبر تہی کہ چندہی دنوں کے بعد کیا کایا پلٹ ہونے والی ہے۔ جب آنے والی تباہی و بربادی کا ابر غلیظ تمام فرانس کی فضا کو مکدر کردیگا اور آہ انکا کیا حشر ہوگا جب انکی بگڑی ہوئی تقدیر انکو کشاں کشاں بہ بالۂ داہ اسیر محبس کردیگی۔ جہاں سے تختۂ پہانسی پر ذلت و بیکسی کے ساتھ عروس مرگ سے ہمکنار ہونا پڑے گا ان غریبوں کو کیا علم تہا کہ کمزور ونا قابل شاہ فرانس کی ابلہ فریبی۔ تعیش پرستی۔ شراب خواری۔ قماربازی و دل آزاری کی مدت نہایت قلیل رہ گئی ہے اور مقدر کی منتقم شمشیر تاہنوز نیام انتقام سے باہر نہیں ہوئی ہے اور زمانہ کا پرفریب دور ابہی انکو مسرت وشادمانی کے گرداب ہی میں کہینچ رہا ہے اور ابہی غریق غم ورنج ہونے کا عمل شروع نہیں ہوا ہے اور نہ ابہی فرانس کے مظلوم بچوں کی پر درد چیخ و پکار نے انکی مسرت وشادمانی اور رنگ رلیوں کو منغص کیا ہے۔

وہاں نوجوان ڈک ڈی اپیٹوڈکس) بہی موجود تہا۔ جو مندرجہ بالا واقعات کے نو سال بعد! اس ستمبر کی سرد صبح جب اسکی زلفیں موجودہ فیشن کے مطابق آراستہ تھیں اور بہترین نہایت قیمتی منقش وبادلہ اسکی کلائی میں لپٹا ہوا تہا اور اپنے چھوٹے بہائی کے ساتھ دنیا میں آخری بار پکٹ کہیل رہا تہا کہ گرفتار کرلیا گیا۔ اور پھر ملزموں کے دوگڑے میں بدست وپا برہنہ وفاقہ مست عوام کے برافروختہ مجمع میں گھرا ہوا قتل گاہ کی جانب لیجایا گیا۔ یہاں رجمنٹ ڈی مابرنکس بہی موجود تہا جس نے چند

سال بعد عقل میں مسٹر ڈی مارنجیس سے شرط لگائی تہی کہ آج
جس قدر لوگ فرانس میں ذبح کئے جائینگے ان سب سے
زیادہ سرخ اور تیز خون اسکا ہی ہوگا۔

مسٹر سامسن رئیس المشہر نے یہ شرط سنی تہی اور جب
ڈی مایرکس کا بریدہ سر طشت میں رکھکر جلاد اسکے
روبرو لایا اور ڈی مایرنجیس کو دکھایا تو وہ صرف
ہنسنے لگا اور بغیر ارادی طور سے اپنے سر کو پہانسی کے
تختہ پر رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"مایرکس تو ہمیشہ کا شیخی خورہ تہا۔ کوئی ہے جو
مجھسے شرط لگا دے کہ میرا خون اسکے خون سے
کہیں زیادہ سرخ ثابت ہوگا"۔

لیکن اس شب کو جب ویکمنٹ ڈی مارنی نے
ڈریلوڈ سے ڈویل لڑی ہے کسی موجودہ شخص کو یہ
علم نہ تھا کہ آخر یہ بے جا سرتیں اور یہ نارو العیش پسندی
چند ہی سال کے اندر غم والم۔ رنج واندوہ میں تبدیل ہوجائیگی

حاضرین نے ابتدا دونوں مدمقابل کی لڑائی کو نہایت
غایر دلچسپی اور لطف کے ساتھ دیکھنا شروع کیا اور ایسا
معلوم ہوتا کہ جیسے وہ کسی رقاصہ کے غمزے طرازی سے
لطف اندوز ہونے کے لئے نظر بازی کر رہے ہیں۔

ڈی مارنی اس عظیم خاندان کا چشم وچراغ تھا جو
مدتوں سے فن شمشیر زنی کے ماہر مانے جاتے تھے۔ لیکن وہ
بحالت موجودہ نہایت خشمگین و پر غضب ہو رہا تہا اور اس
پر وحشت رز نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا تہا اور ہم یہ کہے
بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ ڈریلوڈ کی خوش قسمتی تہی کہ اس لڑائی
میں محض اسکے ایک معمولی سی خراش ہی آئی۔ اسکا ایک سبب
یہ بہی تہا کہ ڈریلوڈ ایک نہایت اعلےٰ درجہ کا سیاف زن تہا
ور اسکے شمشیر زنی کے کرتب دیکھنا خالی از لطف نہ تھے
کیونکہ وہ نہایت ہوشیاری وچابکدستی کے ساتھ مدافعت
اس انداز سے کر رہا تہا کہ فریق مخالف کے وار اس
خوش اسلوبی سے بچا تہا کہ اسکی مکمل طور پر حفاظت ہی ہوجائے
اور دوسرے فریق کو بھی بچایا جاتا تھا کہ کہیں وہ زخمی نہ
ہوجائے۔ وہ اپنے حریف کی تمام حرکات بغور دیکھ رہا تہا
اور ہمہ تن اس موقع کا متلاشی تہا کہ فریق مخالف کی تلوار
ہوائی کرے۔ لیکن اسکا موقع کسی طرح نہ آسکا اور رفتہ رفتہ
فریقین کا درمیانی فاصلہ کم ہونا شروع ہوا اور ساتھ ہی
ڈریلوڈ کی شمشیر زنی وطرز مدافعت پر تعریفی نعرے بلند
ہونے شروع ہونے اور ویکمنٹ کی برانگیختگی میں اضافہ
ہوتا رہا۔ اور کار آزمودہ ڈریلوڈ اور بہی زیادہ سنجیدہ
ومستقل مزاج ہوتا گیا۔ چنانچہ ویکمنٹ کے ایک ناآزمودہ
وار نے اسکو اپنے دشمن کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا اور وہ
فوراً نہتا کردیا گیا۔ اسکے معاونین آگے بڑھے اور معاملہ
طے کردیا گیا۔

اب ڈویل ختم ہوچکی تہی جس میں رئیس نو اور فرانس کے
قدیم وپر عظمت خاندان کے نوجوان نے ایک فرانس کی
بدکار و عزت باختہ عورت کی نیکنامی کے لئے خونی جنگ
کی تہی۔ ڈریلوڈ کی متانت۔ مستقل مزاجی اور شمشیر زنی نے
نوجوان اور جوشیلے دلوں کو جو سر بکف پھرنے کے عادی
تہے اور جو اپنی نشہ بہادری میں چور پھرتے تہے ایک
ایسا سبق دیا تہا جسکو وہ مدتوں فراموش نہ کرسکے۔

اب جبکہ یہ معاملہ قریب طے ہوگیا تھا تو ڈریلوڈ نہایت
تہذیب وفراست سے جو مہربان لوگوں کا خاصہ ہے
بغیر اپنے مفتوح حریف کی جانب دیکھے ہوئے غضب
میں سرک گیا۔ لیکن کوئی نہ کوئی انداز تجربہ کار ڈریلوڈ
کی حرکات میں ایسا ضرور ہوگا کہ جس نے خفتہ حیات بیرنگی
کو ویکمنٹ کے دلمیں حکمرا بیدار کردیا۔

ویکمنٹ دجوش غضب سے بے قابو ہوکر ابھی حضرت یہ کوئی
بچونکا کھیل نہیں ہے۔ میں کامل اطمینان چاہتا ہوں۔

ڈریلوڈ۔ تو کیا آپ اب بہی مطمئن نہیں ہوئے ہا یہ ضرور ہے

کہ آپ اپنی دلدار معشوقہ کی خاطر اسکی عزت کو قایم کرنے کے لئے نہایت جانبازی اور بہادری سے برسرِ پیکار ہوئے اور برخلاف اس کے میں . . . .

ویکمنٹ (جذبات سے بیخود ہوکر) تم . . . تم . . . تمکو علانیہ ایک شریف اور عفت مآب خاتون سے جسکو تم نے خواہ مخواہ بدنام کرنے کی سعی کی ہے معافی مانگنی پڑیگی۔ ہاں تو اب ہی اور اسی وقت دو زانو ہوکر . . . .

ڈریلیوڈر (سرد مہری سے قطع کلام کرتے ہوئے) ویکمنٹ کیا تم عقل وخرد سے معرا ہو۔ میں بخندہ پیشانی تم سے اپنی غلطی کا اعتراف کرسکتا ہوں۔ لیکن . . . .

ویکمنٹ۔ نہیں۔ عذر خواہی . . . . اور وہ بھی علانیہ . . . . . اور دو زانو ہوکر . . . .

نوجوان جوشِ غضب سے بیقابو ہوگیا۔ اس نے اپنے حریف کے مقابلہ میں ذلت پر ذلت اٹھائی، وہ ناز و نعم کا پروردہ۔ ناعاقبت اندیش اور ضدی تھا اسپر طرہ یہ کہ نوجوان جسکے خون میں حدت اور اوپر سے مئے لالہ گون کی ترنگ۔ بدمستی۔ غصہ اور نفرت نے اسکی عقلِ سلیم کو سلب کرلیا تہا۔ اب وہ بالکل بے قابو ہوچکا تہا اور بار بار جوش میں بزدل! نامرد!! بزدل!!! کہتا جاتا تھا۔

اس کے ڈویل کے ساتھیوں نے مداخلت کی لاحاصل سعی کی لیکن اس نے غصہ سے انکو ایک طرف دھکیل دیا وہ کسی کی بہی کوئی بات سننے کے لئے طیار نہیں تھا۔ کیونکہ اس کو توسوائے اس شخص کے جس نے ایڈل جیسی فرشتہ صفت خاتون کی پردہ دری کی تہی اور جس نے کھلم کھلا اس کی عفت جاتی کو تسلیم نہ کرکے اس کے قلب میں ٹیس پیدا کردی تہی

اور کوئی شخص نظر بہی نہ آتا تھا۔

(باقی آیندہ)

دکھیاری کا ایک خط

(از جناب ابو السراج آرزو دھلوی ڈائرکٹر جمیل ویکلی دہلی)

از مصیبت گنج

۲۹ رمضان المبارک

پیاری اختر سلام۔

محبت نامہ ملا میرا پہلے ہی خیال تھا کہ آج تمہارا خط ضرور آئیگا؟ کیوں؟ اس لئے کہ میں جانتی ہوں کہ تم اپنے خط کے جواب کا ایک ہفتہ انتظار کرکے دوسرا خط لکھتی ہو...... یقین اختر جب وہ ہلکے رنگ کا گلابی لفافہ مجھے ملا اور پھر اسپر تمہارے نازک ہاتھوں کا لکھا ہوا پتہ دیکھا تو جوش مسرت سے مجھپر ایک والہانہ بیخودی چھا گئی۔ آہ! کاش تمہارا لفافہ دیکھکر اتنی مسرور نہ ہوتی۔ اور فوراً پڑھ لیتی تو ہمیشہ کیلئے افسوس نہ ہوتا۔ عین اسوقت جب میں تمہارا لفافہ کھولنا چاہتی تھی تمہارے بہنوئی آگئے اور جھٹ میرے ہاتھ سے لفافہ چھین لیا۔ ہزار منتیں کیں... ہاتھ جوڑے۔ التجائیں کیں۔ لیکن سب بے سود۔ کہا آپ پڑھکر سنا دیجئے۔ تو غصہ سے آگ بگولا ہوگئے۔ اور میرے منع کرتے کرتے تمہارا خط جلتی ہوئی آگ کی نذر کر دیا۔ اس پر بھی بس نہ کیا۔ قلمدان پٹک دیا۔ قلم توڑ ڈالے۔ کاغذ پھاڑ دیئے۔ دوات پھوڑ دی۔ اور...... اور...... گھر سے باہر چلے گئے۔

آہ! کاش وہ دس منٹ اور نہ آتے جہاں سات روز سے گھر نہ آئے تھے۔ دس منٹ صرف دس منٹ اور اپنے دوست آشناؤں میں گذار دیتے۔ اختر میں تمہیں پورے دو سال سے برابر دھوکہ دے رہی تھی۔ جسکے لئے سخت نادم اور معافی کی طلبگار ہوں۔ آہ...... حقیقت بہت ہی مصیبتیں سہیں لیکن جو سب تھا یہ باقی نہیں رہی...... میں تمکو ہمیشہ لکھتی تھی کہ میں آرام سے ہوں، تندرست ہوں۔ خوش ہوں خوشی سے ... حالانکہ حقیقت اسکے بالکل برعکس ایام گذاری کرتے تھے۔ ایام گذاری کرتے ہیں مجھپر انتہائی مصیبتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ بیمار ہوں اور مسرت مجھسے کوسوں دور ـــــ میرے رنج و غم میں دن رات اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ہر صبح ایک نئی مصیبت کا پیغام لیکر آتی ہے اور ہر شام ایک تازہ غم دیکر رخصت ہو جاتی ہے۔ کہا یہ سب کچھ والدین کی عنایتوں کا نتیجہ ہے....؟

اختر میں نے دو سال تک انکی خدمت کی جتنی مجھسے ہو سکی اپنا تن من دھن سب کچھ ان پر نثار کر دیا۔ میں نے صرف انکی خوشنودی کیلئے۔ طوائفوں کے بیرا بے ان طوائفوں کے جو چند چاندی کے سکوں کے بدلے عصمت جیسی انمول چیز فروخت کر دیتی ہیں۔ اور جو میرے زیور فروخت کرکے چند نوٹوں کیلئے خریدی جاتی ہیں۔ جو پیسے کے ساتھ ساتھ اپنے عاشق جانباز سے آنکھیں پھیر لیتی ہیں۔

ہاں ہاں.... ان بازاری عورتوں کے لیکن وہ ہمیشہ مجھے ایک زرخرید لونڈی سے زیادہ نہ سمجھ سکے۔ میری التجاؤں کو ٹھکرا دیا۔ میری درخواستوں کو رد کیا۔ میری تمناؤں کو برباد کیا اور ہر طرح سے مجھے تکلیف دی اور...............

اختر پیاری کس کس بات کو دھراؤں گئی اتوار کی بات ہے کہ شراب کے نشہ میں چور چار روز بعد گھر آئے آتے ہی کھانے کو مانگا۔ میں بدبخت حسینہ کو چارپائی پر لٹا کر انکے لئے کھانا بنانے لگی۔ اختر یقین مانتا بیٹھے تین روز سے کھانا نہ کھایا تھا۔ صرف دو گھونٹ پانی سے روزہ افطار لیتی تھی۔ میری حسینہ لاڈلی اور پیاری حسینہ بیمار تھی اور بہت زیادہ ...... میں آگ سلگا رہی تھی۔ کہ حسینہ رونے لگی۔ انہوں نے اسے آج پہلی مرتبہ گود میں اٹھا لیا۔ اسکے چمکارنے پر بھی وہ چپ نہ ہوئی تو غصہ سے آگ بگولا ہوگئے اور لگے اسے مارنے۔ مجھ نصیبوں جلی سے یہ دیکھا نہ گیا۔ مینے دہیمی سی آواز دی کہ اسے مارو مت روتی ہے تو رونے دو۔ اسے چارپائی پر لٹا دو۔ میرا اتنا کہنا غضب ہوگیا۔ بہن وہ اسے دونوں ہاتھوں پر دو پیرا اٹھا کر بولے کہ اگر یہ چپ نہ کریگی تو اسے دیوار سے دے مارونگا۔ میں جلدی میں اٹھی لیکن وائے تقدیر.... باورچی خانے کی دہلیز سے ٹھوکر لگی۔ اور میں گر کر بیہوش ہوگئی۔ جب آنکھ کھلی کیا دیکھتی ہوں کہ حسینہ ایک طرف میرے قریب مردہ .... ہاں مردہ پڑی ہے۔ صبح تک انکا انتظار کیا۔ لیکن وہ وہ نہ آنا تھے نہ آئے .... پڑوسی کو بلا کر اپنا زیور دیا۔ اور اپنی پیاری بچی کی تجہیز و تکفین کردی۔

اختر۔ آج ماہ رمضان المبارک کا آخری دن ہے، چاند ہو چکا ہے تمام دنیا مسرت و انبساط کے سمندر میں غوطہ زن ہے ..... کل عید ہوگی ــــ عید یا محرم ــــ میرا دل خوش کرنے والی خاک کے بچھونے پر آرام کر رہی ہے وہ مجھ سے روٹھ گئی مجھ بدنصیب سے خفا ہو کر دوسرے جہاں میں عید منا رہی ہے۔ "تمہاری بدنصیبہ بہن سکینہ"

(دلچسپ ا مزاحیہ) **خبط خط** ضرور پڑھیے

خبط خط

(ایس، آر ریاض الدین، اشہر قریشی بیلی بھیتی)

خدا خط کے خبط سے بچائے یہی فقرہ ہے جو ورد زبان ہے۔ ماہر بات یہ ہے کہ ہم نے دیس پر دیس کو ترجیح دی گھر کی روٹی نے دل میں جوش اور جوش میں خروش پیدا کیا گھر کی پکی پکائی چین سے نہ کھائی، ایک روز چل کھڑے ہوئے اور اسٹیشن پہنچکر سوچنے لگے کہ کدھر کا رخ کریں ہرچند چاند کو کھیں یا کھوپڑی سہلایا مگر کسی شہر میں بھی اپنا ٹکا لگتا نظر نہ آیا مگر ہم اپنی دھن کے پکے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ جوئندہ یابندہ۔۔۔۔آخر ایک گاڑی پر سوار ہو گئے (راستہ کی مصائب اور ٹکٹ چیکر کی مڈبھیڑ کا حال لکھنا فضول ہے) اور غرض دعائیں مانگتے ہوئے ایک اسٹیشن پر اتر پڑے کسی دکسی طرح وہاں سے خلاصی ہوئی اور ہم شہر میں داخل ہوئے۔ نیا شہر، ناواقف راستے، یوہی منہ اُٹھائے چلے جارہے تھے کہ قسمت نے یاوری کی اور دن دہاڑے ہمارا ستارۂ تقدیر چمکا اٹھا یعنی ایک شخص نے خود پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا کرتے ہو ہم نے کہا کہ ہم پردیسی ہیں اور یہاں ملازمت کی تلاش میں آئے ہیں۔ پوچھا کیا کروگے ہم نے کہا جو کروائیں گے۔ خیر نوکری لگی اور خوب لگی۔ کیونکہ ان حضرت کے کوڑیوں بچے تھے ہم اُن کو قصّے اور کہانیاں سناتے اور اس کے عوض ان کے حصّہ کی مٹھائیاں کھاتے اگر کسی کام کے تساہل کی گرفت میں دھر لئے جاتے تو ان بچوں کی سفارش سے صاف بچ جاتے الغرض ہم نے وہاں اور ہاتھ پاؤں نکلالے اپنی چرب زبانی سے سینکڑوں دوست بنا ڈالے مگر دماغ کا کیڑا پھر اُور بہایا اور وہاں کا آب ودانہ نہ بھایا تو ایک اور شہر کو منہ اُٹھایا وہاں بھی کتنے ہی کچے پکّے دوست پیدا کئے غرض اسی طرح شہر در شہر خاک چھانتے اور دوست احباب پیدا کرتے ہوئے پھر اپنی جنم بھومی پر رونق افروز ہوگئے

۔۔۔۔۔اب جب سے گھر آئے ہیں مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں کہ انہیں دوستوں کی روزانہ ڈاک پہ ڈاک چلی آرہی ہے۔ بھلا ہم ان سب خطوں کا جواب کہاں تک دیں اور اتنا وقت کہاں سے لائیں، اکثر بیرنگ بھی آتے ہیں جو ہم کے گوسے کی طرح قلعہ جیب پر آکر گرتے ہیں ،بسا اوقات تمام کے کھانے کے پیسے خطوں کے جوابوں ہی کی نذر ہو جاتے ہیں اور رات کو روزہ رکھنا پڑتا ہے مثلاً ایک دن میں چار خط آئے اور ہم نے ان خطوں کا جواب دیا تو جیب خاص سے تین آنے نکل گئے۔ اگر یونہی حجامت بنتی رہی تو ایک دن پوسٹ آفس کی دیوی پر مکان کا پڈا بھینٹ چڑھ جائیگا۔ آگے چلئے تہواروں کے موقع پر عید کارڈ بھی بھور نکالدیتے ہیں۔ ہم لاکھ چاہتے ہیں کہ پیچھا چھٹا لیں مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی کیونکہ خود کردہ را علاج نیست ناظرین سے عرض ہے کہ وہ ان خطوں کے پنجوں سے گلو خلاصی کی ضرور تدبیر بتائیں گے اور اس مہم کے سر کرنے میں مدد فرمائیں گے ؎

اللہ بچائے مجھے آفت سے خطوں کی ٭ ہوتی ہے بڑی مار دوپہری کے ٹکٹوں کی

ذوقِ درد

(از جناب مقصود الحسن صاحب فلک نعمانی اختری دہلوی)

کھینچا خمیازۂ غم تا جدا دکان درد
باندھتا تھا تیرے دامن سے مجھے پیمانِ درد

ہر نفس پہ تھوکتا ہوں جذب قطرے خون کے
میں مہیا کر رہا ہوں اس طرح سامانِ درد

سہتے سہتے رنج ہوجاؤنگا عادی رنج کا
بڑھتے بڑھتے درد ہی بنجائیگا درمانِ درد

سوز پروانہ پہ آخر شمع محفل رو پڑی
عشق والوں ہیں بھی آتی ہے نظر کچھ شانِ درد

میرے دل سے پوچھئے میرے فسردہ دل کی قدر
میرے ارمانوں کی دنیا کلبۂ احزانِ درد

وہ عیادت کیلئے آتے ہیں اب اے دل بتا
میں ترا احسان سمجھوں یا رہے احسانِ درد

اے فلک اتنا تو ذوقِ درد پیدا کیجئے
آپ کے ہر شعر کو دنیا کہے دیوانِ درد

اظہار حال

برادر عزیز القدر میاں مرتضیٰ حسن کے نکاح کے سلسلہ میں جن حضرات کیطرف سے تہنیت نامے موصول ہوئے ہیں میں ان حضرات کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور نیز ان حضرات کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس مجلس عقد میں شرکت فرما کر رونق مجلس کو دوبالا کیا خصوصاً ۔ قاضی صاحب کا جو برادر عزیز القدر میاں مرتضیٰ حسن کے خسر ہیں شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اپنے سایہ عاطفت سے سرفراز فرمایا و نیز انکے فرزندان بلند اقبال کا بھی شکر گذار ہوں جنہوں نے ہماری ہر طرح سے عزت افزائی فرمائی ۔ وہ خطوط درج کئے جاتے ہیں جو برادر عزیز القدر کی شادی کے بعد جناب قبلہ عموی مکرم حکیم محمد ایوب صاحب مدظلہ العالی کو موصول ہوئے

مصطفےٰ حسن فاضل ایڈیٹر جام شفا دہلی

والانامہ حضرت اختر دہلوی

جناب حکیم صاحب تسلیم

عزیز القدر منشی مرتضیٰ حسن کی شادی خانہ آبادی سے مجھے بڑی مسرت ہوئی خدا آپ کو اور انکو مبارک کرے ایسے موقع پر مناسب تو یہ تھا کہ اپنا حقیر ہدیہ آپ پیش کرتا ۔ مگر بسبب عوائق و موانع کے حاضر نہو سکا ۔ یاد فرمائی کا مشکور رہوں ۔

یہ چند رباعیات سہرے کی ہدیتاً پیش کرتا ہوں (اگر قبول افتد زہے عز و شرف) (اختر نعمانی نقشبندی دہلوی)

رباعی

احباب نے آنکھوں سے لگایا سہرا
دیکھو جیسے غنچہ سا کھلا جاتا ہے
احباب کو حسرت تھی بڑی سہرے کی
نظارہ نے ہر آنکھ کو بخشی تنویر
عشرت کو لئے گود میں آئی ہے بہار
طرہ میں بھی بندھی ہیں ہیں کنگنے میں بھی پھول
پھل لاتا ہوا نخل تمنا دیکھیں
اب دیکھ لیا سہرا تو یہ حسرت ہے

کیا سرمۂ تسخیر بنایا سہرا
ہر دل میں خوشی بنکے سمایا سہرا
صد شکر کہ آپہونچی گھڑی سہرے کی
خورشید ہے ایک ایک لڑی سہرے کی
کس لطف سے اطراف میں چھائی ہے بہار
گویا تیرے سہرے میں سمائی ہے بہار
حسرت تھی کہ نوشاہ کا سہرا دیکھیں
اس سہرے سے ایک اور بھی سہرا دیکھیں

(اختر نعمانی نقشبندی دہلوی)

مکرمی حکیم صاحب تسلیم۔
مجھکو آپ کا مرسلہ خط موصول ہوا تھا۔ مگر عدیم الفرصتی کے باعث میں میاں مرتضیٰ حسن کے نکاح میں شرکت نکر سکا مجھکو نہایت ہی مسرت ہوئی ہیں انتہائی مسرت کے ساتھہ آپ و نیز انکے برادر بزرگ کو ہدیۂ مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ امید کہ آپ حقیر تحفہ کو قبول فرماکر ممنون فرمادینگے۔
(محمد اقبال فاروقی از سہارنپور)

جناب قبلہ حکیم صاحب تسلیم
عدم حضوری معاف۔ چند ضروری وجوہ سے میں شریک شادی نہ ہوسکا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ خدا اس شادی کو مبارک فرمائے اور انکی نشو و نما اخلاص و محبت سے کرے۔ فقط
(عبدالرحمٰن واحسن بمبئی والے)

کرم فرمائے بندہ جناب حکیم صاحب۔
السلام علیکم۔ جناب کا والانامہ موصول ہوا تھا جسمیں شرکت نکاح کی بابت زور دیا گیا تھا مگر بوجہ علالت مزاج کے جناب کے حکم کی تعمیل نکر سکا مجھکو نہایت مسرت ہوئی۔ میں انتہائی مسرت اور خوشی کیساتھہ جناب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔
امید کہ قبول فرمادینگے۔ خداوند کریم ساتھہ خیر و خوبی کے آپ کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔ فقط
(ازدارو غہ عابد علی شیرکوٹی)

مکرمی جناب حکیم صاحب تسلیم۔
میں بوجہ رخصت نہ ملنے کے شرکت شادی سے قاصر رہا۔ امید کہ آنجناب معاف فرمادیں گے۔ مجبوری تھی۔ میں جناب کی خدمت میں ہدیۂ مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ خداوند کریم اس شادی کو مبارک فرمائے۔
امید ہے کہ جناب اس ناچیز ہدیہ کو قبول فرماکر ممنون فرمادیں گے۔
(قاضی وزیرالدین کوچہ چیلان دہلی)

حقیر نے بھی یہ دو رباعی بہ تقریب نکاح برادر عزیز القدر میاں مرتضیٰ حسن سلمہٗ لکھی ہیں۔ اول ہدیۂ مبارکباد قبلہ عموی مکرمی جناب حکیم محمد ایوب صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو آپ نے ہر صوری و معنوی طریقہ سے سرپرستی بزرگانہ فرماکر اس فریضۂ منصبی کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا امید کہ قبلہ قبول فرماکر ممنون فرما دینگے اور نیز برادر انیس الحق صاحب کی خدمت میں ہدیۂ مبارکباد پیش کرتا ہوں۔
اور انکی مساعی جمیلہ کا نہایت ہی تہِ دل سے شکرگذار ہوں امید کہ یہ ناچیز ہدیہ قبول فرماکر ممنون فرما دینگے۔ فقط
(مصطفےٰ احسن فاضل دہلوی)

رباعی

رخصت ہوا اندوہ مسرت آئی ۔۔۔ یہ شادی مبارک ہو تجھے اے بھائی
ہاں یہ باعث صد ناز ہے سہرا تیرا ۔۔۔ جسکو لئے اللہ کی رحمت آئی

دیگر

سوکھی ہوئی کھیتی میں نضارت آئی ۔۔۔ احباب کی آنکھوں میں طراوت آئی
کیوں باعث صد ناز نہ ہو اے فاضل ۔۔۔ دلہن نہیں آئی ہے مسرت آئی

شکریہ

میں اپنے اُن اصحاب کا اور عزیزوں کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھکو نورچشم میاں مرتضیٰ حسن کے نکاح کے سلسلے میں مبارکباد کے خطوط روانہ کئے۔ میاں مرتضیٰ حسن کی ولایت کا ر میرے ہی سر ہوا جسکا بار میں اُٹھانیکے قابل نہیں ہوں۔ کیونکہ اگر میرے مرحوم بھائی محمد اسمٰعیل صاحب قبلہ کی زندگی کچھ اور وفا کرتی تو وہ آج کسقدر لبریز مسرت ہوتے۔ اور میں بھی اپنے بزرگ بھائی کو مبارکباد پیش کرتا مگر افسوس کہ اُنکو اپنے بیٹے کی خوشی دیکھنے کا دن نصیب نہیں ہوا۔ ساتھ ساتھ میں ان اصحاب و عزیزوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس تقریب میں حصہ لیا اور مجھکو ممنون کیا۔ خصوصاً میں نورچشم میاں انیس الحق و برادر سید نصیر الحق صاحب کا ممنون ہوں جنہوں نے اس تقریب میں گرمجوشی اور خلوصیت سے حصہ لیکر مجھے ممنون کیا۔ اور سب سے زیادہ میں قاضی صاحب کا ممنون ہوں جو نورچشم میاں مرتضیٰ حسن کے خسر ہیں اور انکے فرزندان کا جنہوں نے ہمارے لئے اس کے انتظام میں تکلیف اوٹھائی۔ قاضی صاحب کے اخلاق حمیدہ نے کچھ اس قسم کا گرویدہ کیا کہ میں اپنے پاس شکریہ ادا کرنیکے لئے الفاظ نہیں رکھتا۔ بارگاہِ الٰہی میں دعاگو ہوں اور دیگر اصحاب سے بھی دعا کی درخواست ہے کہ خداوندکریم اس شادی کو مبارک فرماوے۔ اور اس نوعمر جوڑے میں سکون اور اطمینان کی دنیا آباد رہے۔ امین۔

(حکیم محمد ایوب پھاٹک حبش خاں دہلی)

صبح صحرا

(از جناب ایس۔ آر۔ ریاض الدین صاحب۔ اشہر پیلی بھیت)

صبح اُٹھ کر دشت و صحرا کا نظارا کیجئے
شانِ حق کا اپنے دلمیں نور پیدا کیجئے

ہر طرف مصروف ہیں تسبیح خوانی میں پرند
طائرانِ خوشنوا سے حمد سیکھا کیجئے

لیتا ہے کس حسن سے حُسنِ فضا انگڑائیاں
شاہدِ فطرت کو بیداری میں دیکھا کیجئے

رنگ رلیوں کیلئے کافی ہے یہ صحنِ فضا
لطف سے بارانِ رحمت میں نہایا کیجئے

آئینہ ہو جائیگی شانِ سکندر قلب پر
چشمۂ شفاف کا آئینہ دیکھا کیجئے

فکر کو آنے نہ دیجئے ساتھ اپنے ایک دن
خضر کو اس راہ میں رستہ بنایا کیجئے

ہیں لگی ذرات کی آنکھیں بسوئے آفتاب
دیدبازانِ حقیقت کا نظارا کیجئے

دامنِ صحرا کی ایسی دیکھ کر رنگینیاں
گُل کھلانیکا یہاں بیڑا اوٹھایا کیجئے

خاک ویرانے کی رکھتی ہے دفینے بیشتر
گنجِ مطلق کو ہر اک ذرہ میں دیکھا کیجئے

ہیں یہی ذرے نمکدانِ ملاحت کا نمک
اس نمک کو اپنی پلکوں سے اوٹھایا کیجئے

کائناتِ دو جہاں ہے ذرہ ذرہ سے عیاں
آفتابِ حشر سے آنکھیں لڑایا کیجئے

آنکھ کی ٹھنڈک ہے اشہرؔ سبزہ پامال ہے
ایسے بیگانہ کو تو سب سے یگانا کیجئے

محبت کے خواب

(از جناب محمد طاہر صاحب فاروقی)

جناب طاہر فاروقی صاحب ایک نوجوان ادیب ہیں گذشتہ کئی سالوں سے آپ اردو زبان کی امداد فرما رہے ہیں جو قابل تحسین ہے۔ متعدد دیگر رسائل میں آپ کے مضامین اکثر شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ جذبات اور کیفیات کو کچھ اسطرح بیان کرتے ہیں کہ حقیقت معلوم ہوتی ہے آپ لکھتے ضرور ہیں مگر تقاضے کے بعد کیونکہ آپ کے دیگر مشاغل کچھ اس قسم کے ہیں کہ انمیں بھی حصہ لینا لازمی ہے غرضکہ آپ موجودہ دنیا کے ہر ایک مشغلے سے اُنس رکھتے ہیں۔ آپ کے قلم میں روانی کچھ اس قسم کی ہے کہ آدمی دل پکڑ کر رہ جاتا ہے غم کا نقشہ اس خوش اسلوبی کیساتھ کھینچتے ہیں کہ پڑھنے والا اشک آلود ضرور ہو جاتا ہے، جناب طاہر صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ کم از کم ہمارے رسالے کو ضرور نیاز بخشتے رہیں۔ بد نصیب ہا پہلی مثال کے طور پر جو گذشتہ پیوستہ موجودہ رسالے میں بھی ہے آپکے قلم کی داد دیتی ہے۔

آئیندہ ماہ کے پرچہ میں آپ کا مضمون بعنوان نغمۂ فراق شائع ہوگا جسمیں آپنے جذبات کی فراوانی اس خوش اسلوبی سے بیان کی ہے کہ دل میں آگ سی لگتی محسوس ہوتی ہے، ایڈیٹر

میری محبوبہ جب نہاکر اپنی لمبی لمبی زلفیں بکھیری آتی ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دن کی روشنی پر غروب آفتاب کے وقت رات کی سیاہی غالب آرہی ہے۔ . . . . .

اور جب اسکی سیاہ دراز زلفوں سے پانی کے قطرے گوہر آبدار کی شکل میں زمین پر ٹپکتے ہیں۔ وہ ترجمانی کرتے ہیں میرے ان آنسوؤں کی جو اسکی جدائی میں طویل و بھیانک راتوں میں میری خونبانہ بار آنکھوں کی پلکوں پر تھرتھراتے ہیں ———

جب وہ مسکراتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج خدا نے اپنے سب بندوں کے گناہ معاف کر دئے ہیں۔ . . . . .
مگر جب اُداس ہوتی ہے تو فرشتے سوگ میں مبتلا ہو جاتے ہیں ———

اسکے سانسوں کی خوشبو اسقدر معطر ہے کہ یہ گمان ہوتا ہے کہ تمام دنیا کے پھول اُسی کے رہین منت ہیں۔ . . . . .
. . . . . اسکا مسکرا کر انگڑائی لینا فرشتوں کے ایوانوں میں ہلچل ڈالدیتا ہے۔ . . . . . . ———

جب وہ میرے خواب میں آتی ہے تو میں یہ تصور کرتا ہوں تو اپنے وجود کو بھولجاتا ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری روح اُسکے جسم میں تحلیل ہو گئی ہے۔
اور اُسکو اسکی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں ———
——— نسیم چلتی ہے اُسکا شکریہ ادا کرنیکے لئے اور باد سموم نسیم بننے کیلئے۔ ———

ستارے ٹوٹتے ہیں اسکے قدموں پر گرنے کیلئے اور دور اڑتے ہیں ستارے بنکر چشمک زنی کرنیکے لئے۔ ———

رات کی تاریکی میں جب میری محبوبہ معصوم فرشتوں کے حسین نقرئی پروں پر سوار ہو کر گشت کیلئے نکلتی ہے۔
اسکی گھڑی دنیا کے منہ پر معصوم تبسم کھیلا کرتا ہے۔ . . . .
اسکی مسکراہٹ میری تاریک دنیا میں نور کی چادریں بچھاتی چلی جاتی ہے۔ اسکے بعد ہر سمت خوفناک تاریکی۔ . . .
تاریکی اور سکوت!

وہ میرے دل کی نازک رگوں میں اپنی سیمیں باہوں کو الجھائے جھومتی ہے۔ میں جھولاتا ہوں اپنے سرد و گرم سانسوں کے زیر و بم سے۔

وہ ذرے ہیں اسکے کاروان جو آسمان پیار کر ستارے بنگئے ہیں
میری محبت کا ماحصل یہی ہے کہ میں اسکو یاد کرتے کرتے
موت سے ہم آغوش ہو جاؤں ۔
جہاں سورج کی سنہری کرنیں نور کے تار بکھیرتی
آتی ہیں ۔ جہاں رات کو شبنم گلوں کے منہ دہوتی ہے
جہاں شب تاریک میں کوہساری غاروں سے نغموں کا لا
متناہی سلسلہ زمین سے آسمان تک بندھا رہتا ہے

جہاں طیور سنہری ہیرے کی جھلملاتی ہوئی روشن شاخوں
پر بیٹھکر نغمے گاتے ہیں اور خوشبو سے لبریز نسیم سبک
رفتاری سے مست ہوکر انگڑائیاں لیتی ہوئی چلتی ہے ۔
وہیں میں بھی محبت کے گیت گاتا ہوں اور گاتے گاتے
اسکو یاد کرتے کرتے ایک وجدانی کیفیت میں کھو جاتا ہوں ۔
میں صرف ایک خواب دیکھتا ہوں ۔ ——————
جسکی تعبیر ہے —————— "محبت اور ناکامی"

جذبات طاہر

(از جناب محمد طاہر صاحب فاروقی)

مسکرا کر یوں نہ دیکھا کیجئے　　مجھ کو برباد تمنا کیجئے

چپکے چپکے آپ رویا کیجئے　　ضبط اپنا آزمایا کیجئے

جذب کر لوں حسن کی رعنائیاں　　اے دل مضطر کچھ ایسا کیجئے

دل تڑپنے کے لئے بیتاب ہے　　خاص نظروں سے اشارہ کیجئے

جذب کر کے دونوں عالم کی کشش　　پھر نقاب اپنا اٹھایا کیجئے

ہو چلا ہے ضبط سے باہر جنوں　　اس طرح ہمکو نہ دیکھا کیجئے

حسن کے پر کیف جلوے الاماں　　انکو کن آنکھوں سے دیکھا کیجئے

خود ہی بنجاؤں نہ کیوں میں حسنِ ذات　　کیوں بھلا انکی تمنا کیجئے

کاٹ دیجئے راہِ الفت اس طرح　　ہر قدم پر ایک سجدہ کیجئے

آپکو آنا پڑے گا روبرو　　ظاہرہ گو لاکھ پردہ کیجئے

اب بنا دیجئے حقیقت کو مجاز　　بیخودی میں ایک سجدہ کیجئے

[illegible] ہستی کو بقا کیواسطے　　میری ہستی کو مٹایا کیجئے

طاہر تشنہ کو بھی اپنے کبھی
آنکھوں آنکھوں میں پلایا کیجئے

حوالہ طلب امر کملہٗ ا آ. کہ انگدا، روانہ دنا ئہ

مناظرِ قدرت

(عالیجناب معلی القاب میاں محمد عثمان صاحب رئیس پھپلی بھیت)

سر جھکائے عرش رفعت آستانے کیلئے — گھومتا ہے آسمان سجدہ میں جانیکے لئے

ہیں یہ کسکی جستجو میں آسماں کی گردشیں — ڈوبتا ہے چاند کس سے دل ملانے کیلئے

یہ تڑپ ہے بجلیوں کے دلمیں کسکے درد کی — کون غم ہے ابر کو آنسو بہانے کیلئے

کسکی لہریں ہیں سمندر میں یہ موجیں کسکی ہیں — کوہ کیوں خاموش ہے کیا غم اٹھانیکے لئے

برگ صحرا ہیں سراپا مست کس کے راگ میں — آبشاروں میں ترنم کس ترانے کیلئے

سر جھکائے کر رہا ہوں کس سے اظہار نیاز — یہ جبینِ شوق ہے کس آستانے کیلئے

اور ہے میرا چمن میرا نشیمن اور ہے — اور ہی ہے شاخِ گل جھولا جھلانے کیلئے

شش جہت میں دیکھتا پھرتا ہوں دل چھوڑے ہوئے — دل کی دنیا ڈھونڈھتا ہوں دل لگانے کیلئے

بے سبب ہے کیا حسنؔ میخانہ و مینا و جام
دورِ ساغر ہے تمہارے آزمانے کیلئے

شکوہ

(از محترمہ صالحہ خاتون لکھنوی)

نئی شام و سحر آپ مجھ پہ وہ بیداد کرتے ہیں
جفائیں ختم ہوتی ہیں تو پھر ایجاد کرتے ہیں

کسی کا چھینکر دل یہ ستمگاری نہیں اچھی
نہیں یہ دوستوں کے کام ہیں جلاد کرتے ہیں

جو شکوہ کچھ کیا ظلم و جفا کا بنکے وہ بولے
کبھی ہم شاد کرتے ہیں کبھی ناشاد کرتے ہیں

تمہارا دل میں آنا ہجر کی شب کسطرح بھولے
کلیجہ تھام لیتے ہیں تمہیں جب یاد کرتے ہیں

وفا کا پاس کچھ آتا نہیں انکو جفاؤں میں
ہمارے سامنے غیروں کا وہ دل شاد کرتے ہیں

قیامت ہے ہمارے سامنے غیروں پہ شفقت ہو
کسی کی حسرتوں کو اسطرح برباد کرتے ہیں

کرو مت صالحہ شکوہ اٹھاؤ درد کی لذت
جو بندے ہیں محبت کے کہیں فریاد کرتے ہیں

لطف شباب (رجسٹرڈ)

مردانہ امراض کی دوا ہے فاضل — یہ لطف شباب کیمیا ہے فاضل
کمہلائے ہوئے دلکو کھلا دیتا ہے — گویا یہ جوانی کی ہوا ہے فاضل

(ایڈیٹر جام شفا دہلی)

حکیم مولوی نظیر الدین صاحب لکھنوی ایک مشہور کہنہ مشق طبیب حاذق معالج ہیں۔ ہندوستان کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں آپکی دوا و نکا شہرہ نہو۔ آپکے مجربات میں سے لطف شباب رجسٹرڈ ایک خاص دوا ہے جس سے کہ ہزارہا مریض جوکہ بسبب اپنی غلط کاریوں کے اپنی جوانی کو خیرباد کہہ چکے تھے اسکے استعمال سے صحیح معنی میں جوان اور تندرست ہوگئے۔ میں نے ہندوستان کے ہی نہیں بلکہ غیر ممالک کے بہت سے ان اصحاب کے خطوط آپکے پاس دیکھے ہیں جو لطف شباب سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ اسکی مقبولیت کی یہ شان ہے کہ عرصہ بیس سال سے برابر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے۔

حکیم صاحب کا ایجاد کردہ لطف شباب رجسٹرڈ بکس مایوس و ناامید مریضوں کیلئے پیام صحت اور مژدہ شباب ہے لطف شباب کے بکس میں ۲۰ یوم کی خوراک ہوتی ہے۔ قیمت للعہ محصولڈاک ۸ ضرورتمند اصحاب طلب فرماکر ضرور فائدہ اٹھاویں۔

"ایڈیٹر رسالہ جام شفا دہلی"

قابل طبیبہ

جنابہ اختر جہاں بیگم صاحبہ ایک مشہور سند یافتہ طبیبہ ہیں ۔ انکو خداوندکریم نے خاص دست شفا عطا فرمایا ہے انکا کل خاندان مشہور طبیب ہے ، انکو اپنے دادا جناب حکیم مولوی بہاء الدین صاحب مرحوم جو ہز ہائی نس نواب صاحب دوجانہ کے طبیب خاص تھے خاص نسخوں کا معتد بہ حصہ نصیب ہوا ہے ۔ اور انکے خاندان کے خاص مجربات و کشتہ جات متعلقہ طبقہ اناث کی فہرست آیندہ خدمت میں پیش کیجاویگی ۔ جو ہمارے دواخانہ سے ہی دستیاب ہو سکینگی ۔ ضرورتمند خواتین انکی ادویات اور طریقہ علاج اور خوش اخلاقی سے فائدہ اوٹھائیں ۔

ہیجانی

یہ سفوف عالیجناب حکیم حاذق جناب سید محمود حسن صاحب طبیب شاہی جاگیردار ریاست نابھہ نے اپنے مجربات خاص سے عقیل دواخانہ کو عطا فرمایا ہے حکیم صاحب موصوف کا صدہا بار کا آزمودہ اور مجرب ہے دافع جریان مقوی باہ و جملہ اعضا رئیسہ کو قوت بخشتا ہے مجلوقین کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے ۔ قیمت ۱۴ خوراک ہے علاوہ محصولڈاک ۲ ماشہ یہ سفوف ہمراہ شیر گاؤ بوقت شب استعمال کریں ۔

عقیل دواخانہ لمبی گلی ۔ پھاٹک حبش خاں دہلی

دولت۔ شہرت اور عزت آپ کی غلام ہو جائے گی۔

آپ بھی لاکھوں روپے کے مالک ہو سکتے ہیں۔

قانون اشتہار

دولت اور کامیابی کیسے پیارے الفاظ ہیں، ہر شخص دولت کی تلاش میں دیوانہ ہو رہا ہے جسکو دیکھو وہ کامیابی کے پیچھے دوڑ رہا ہے، آپ فی الحقیقت نہایت خوش قسمت ہیں کہ یہ اشتہار آپ کے ہاتھوں میں پہونچ گیا ہے، اور آج ہم بتا دیتے ہیں کہ اگر آپ کو دولت حاصل کرنیکی سچی خواہش ہے۔ اگر آپ اپنی زندگی میں بہت بڑی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو فوراً اور اسی وقت اردو زبان کی انمول قیمت اور جواہرات سے تولنے کے قابل کتاب۔

قانون اشتہار منگائیے، کتاب قانون اشتہار میں کوئی ناول یا فسانہ نہیں ہے، بلکہ اسمیں بتایا گیا ہے کہ آج وہ زمانہ نہیں ہے جب دنیا میں توپ، بندوق کی حکومت تھی، بلکہ اب وہ وقت ہے کہ ہر سلطنت کی بنیاد اور حکومت کا نظام اشتہار اور صرف اشتہار کی طاقت میں پوشیدہ ہے کتاب قانون اشتہار کے مطالعہ سے آپکو اشتہار کی زبردست طاقت کا علم ہو جائیگا۔ اور آپ اچھی طرح سمجھ لیں گے کہ جو شخص یا تاجر اشتہار کی قوت کو صحیح اصولوں اور صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے وہ بہت جلد حیرت انگیز کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ دولت۔ شہرت۔ اور عزت اس کی غلام ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیئے کہ کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر چڑھنا آسان اور ممکن ہو سکتا ہے، لیکن یہ امر قطعی ناممکن ہے کہ آپ بغیر اشتہار کی طاقت استعمال کئے ذرہ بھر بھی کامیابی حاصل کر لیں، کتاب قانون اشتہار میں اشتہارات کے کمالات اور اشتہار کے وہ پوشیدہ راز اور تجربے صحیح اصول اور کامیاب طریقے ظاہر کر دیئے گئے ہیں جو آپکو ہزار ہا روپے خرچ کرنے پر بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ منگائیے، آج ہی یہ قارون کا خزانہ کوڑیوں کے مول منگائیے۔ پھر دیکھیئے کہ آپکی زندگی میں کیسا انقلاب عظیم ہو جاتا ہے، مایوسی، پریشانی اور ناکامی کوسوں دور بھاگ جائے گی اور آپ کو افسوس ہوگا کہ کتاب قانون اشتہار پہلے کیوں نہ ملی۔

قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول ہے۔

ملنے کا پتہ

منیجر دی سنٹرل ٹریڈنگ کمپنی بازار کٹرہ برہان دہلی